رسالہ

اسباب بغاوت ہند

مصنفہ

ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر مرحوم و مغفور، کے-سی-ایس-آئی، ایل-ایل-ڈی

بار اول سنہ ۱۸۵۸ع

بار دوم سنہ ۱۹۰۳ع

پاکستان میں بار اول سنہ ۱۹۵۵ع

مع مقدمہ از

ڈاکٹر محمود حسین

پروفیسر تاریخ، کراچی یونیورسٹی

---*---

ناشر:- پاکستان یونیورسٹیز پریس جی- پی- او- بکس ۲۹۳ کراچی

طابع:- انٹر سروسز پریس- انگل روڈ کراچی

رسالہ

اسباب بغاوت ہند

مصنفہ

ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر مرحوم و مغفور، کے-سی-ایس-آئی، ایل-ایل-ڈی

بار اول سنہ ۱۸۵۸ع

بار دوم سنہ ۱۹۰۳ع

پاکستان میں بار اول سنہ ۱۹۵۵ع

مع مقدمہ از

ڈاکٹر محمود حسین

پروفیسر تاریخ، کراچی یونیورسٹی

—*—

ناشر:- پاکستان یونیورسٹیز پریس جی-پی-او-بکس ۹۰۲ کراچی

طابع:- انٹر سروسز پریس - انگل روڈ کراچی

قیمت دس آنے

مقدمہ

سر سید بحیثیت مورخ

سر سید احمد خان (۱۸۱۷ع تا ۱۸۹۸ع) نے صحیح معنوں میں بر صغیر ھند و پاکستان میں اس انقلاب کی داغ بیل ڈالی جس کا نتیجہ سنہ ۱۹۴۷ع میں پاکستان کی شکل میں نمودار ھوا ۔ ان کی شخصیت بڑی ھمہ گیر ھے۔ وہ نہ صرف ایک عظیم الشان سیاسی مفکر۔ مذھبی مصلح اور تعلیمی پیشوا تھے بلکہ ایک بلند پایہ مورخ بھی تھے۔ یوں تو ان کی شخصیت کی طرح ان کی تصانیف بھی ھمہ گیر نوعیت رکھتی ھیں مگر اس وقت صرف ان کی تاریخی تصانیف اور خصوصاً ان کے "رسالہ اسباب بغاوت ھند" پر کچھ کہنا مقصود ھے ۔

تاریخ کے موضوع پر سر سید کے قلم سے کئی تصنیفیں نکلی ھیں۔ اور اردو کے تاریخی خزانے میں ان کی ایک خاص اھمیت ھے ۔ تعجب ھوتا ھے کہ جس شخص کی اتنی مصروف زندگی رھی ھو اور جس نے تصانیف کے میدان میں بھی اتنا بڑا سرمایہ چھوڑا ھو اس نے تاریخ پر اتنا کچھ کیوں کر لکھ لیا ۔ خواہ مقدار کے اعتبار سے سر سید کی تاریخی تصانیف کا جائزہ لیا جائے خواہ حسن تصنیف اور تاریخ کے اصولوں کی پابندی کے لحاظ سے سر سید کا کام بہت اھم اور قیمتی گردانا جائے گا ۔

سر سید کی تاریخی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور "آثارالصنادید" ھے جس میں دھلی کی عمارات اور نواح شہر کے حالات بہت تحقیق سے لکھے گئے ھیں۔ پہلے ایڈیشن میں دھلی کی مشہور و معروف شخصیتوں کے حالات بھی شامل تھے۔ بعد کی اشاعتوں سے غالباً سیاسی وجوہ کی بنا پر یہ حصہ نکال دیا گیا تھا ۔ "آثارالصنادید" کا پہلا ایڈیشن سنہ ۱۸۴۷ع میں شائع ھوا۔ بعد میں موسیو گارساں دتاسی نے اس کا ترجمہ فرانسیسی میں

کیا اور سرسید کو یورپ میں مورخ کی حیثیت سے روشناس کرایا۔ چنانچہ سنہ ۱۸۶۴ع میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی لنڈن نے ان کو اپنا اعزازی رکن مقرر کیا۔

''آثارالصنادید،، کے علاوہ سرسید نے عہد اسلامی کی دو اہم تاریخیں ایڈٹ کیں یعنی ابوالفضل کی ''آئین اکبری،، اور ضیا'الدین برنی کی ''تاریخ فیروز شاہی،،۔ ان دونوں کتابوں کی تصحیح میں سرسید نے بڑی کاوش اور جستجو کی۔ ''آئین اکبری،، کی پہلی اور تیسری جلد سنہ ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۵-۵۶ع) میں طبع ہوئی تھی۔ دوسری جلد میں آئین خراج کے متعلق کچھ اور تحقیق ضروری تھی جسے سرسید نے بڑی محنت سے سر انجام دیا۔ مگر جب مسودہ چھپنے کے لئے دھلی پہنچا تو سنہ ۵۷ع کے واقعات رونما ہوئے۔ اور اس جلد کا جو حصہ چھپ گیا تھا وہ اور مسودہ دونوں اس ھنگمہ کی نذر ہوگئے –

''تاریخ فیروز شاہی،، کو سرسید نے سنہ ۵۷ع کی جنگ کے بعد مرادآباد کے دوران قیام میں ایڈٹ کیا۔ یہ نایاب کتاب ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے سنہ ۱۸۶۲ع میں شائع کی۔ سرسید کی تصحیح کردہ ,,تاریخ فیروز شاہی،، کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جن چار نسخوں کو سامنے رکھہ کر انہوں نے اپنا مسودہ مرتب کیا ان میں کتب خانہ شاہ دھلی کا بھی ایک نسخہ تھا اور یہ خاص طور پر معتبر تھا تاہم اس ایڈیشن میں کافی غلطیاں پائی جاتی ہیں جن کی ذمہ‌داری غالباً سر سید سے زیادہ مطبع پر عاید ہوتی ہے۔

دو اور کتابیں ہیں جو بعض تاریخی جدولوں پر مشتمل ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ''جام جم،، اور ''سلسلۃ الملوک،،۔ ''جام جم،، میں تیمور سے لے کر ابو ظفر سراج‌الدین بہادر شاہ ثانی تک مختلف شاہی خاندانوں کے ۴۳ فرماں رواؤں کے حالات ہیں۔ یہ تصنیف فارسی زبان میں ہے اور حالات کو سترہ خانوں میں تقسیم کیا ہے۔ ''جام جم،، سنہ ۱۸۴۰ع میں طبع ہوئی۔ ''سلسلۃ الملوک،، ان راجاؤں اور بادشاہوں کی ایک فہرست ہے جنہوں نے دھلی پر پانچ ھزار برس تک یکے بعد دیگرے حکومت کی۔ اس میں راجہ یدھشٹر سے لے کر ملکہ وکٹوریہ تک ۲۰۲ فرماں رواؤں کے نام۔ ولدیت۔ سنہ جلوس وغیرہ کا ذکر ہے۔ ''آثارالصنادید،، کے دوسرے ایڈیشن میں بھی اس فہرست کو شامل کیا گیا ہے –

سرسید نے بجنور کے دوران قیام میں ضلع بجنور کی بھی ایک تاریخ حکومت وقت کی فرمائش پر مرتب کی تھی اور اس کا مسودہ سنہ ۵۷ع کی جنگ سے چند روز پہلے بجنور کے کلکٹر نے صدر بورڈ آگرہ کو منظوری کے لئے بھیج دیا تھا۔ مگر یہ کتاب بھی ''آئین،، کی دوسری جلد کی طرح سنہ ۵۷ع میں تلف ہوگئی اور اسے چھپنا نصیب نہ ہوا۔

سرسید نے اپنے مضامین میں جن کی تعداد بہت بڑی ہے جہاں اسلام کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے وھاں تاریخ اسلام اور دوسرے مذاہب کی تاریخ خصوصاً عیسائیت پر بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ ان کی کتاب ,,جلاء القلوب بذکر المحبوب،، مولفہ سنہ ۱۸۴۲ع تمام و کمال آنحضرت کی سیرۃ ھی پر ہے۔ ,,خطبات احمدیہ،، بھی سر ولیم میور کی کتاب ,,لائف آف محمد،، کے جواب میں لکھے گئے ھیں تاکہ جو غلط فہمیاں انگریزوں یا انگریزی داں طبقے میں سر ولیم میور کی کتاب نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق پیدا کردی تھیں وہ رفع ہوں –

علاوہ ان تاریخی تصانیف کے سرسید نے اپنے زمانے کی تاریخ پر بھی کئی کتابیں اور مضامین لکھے ھیں۔ ڈاکٹر ھنٹر کی کتاب ,,دی انڈین مسلمانز،، پر سرسید کی تنقید جس نے خود ایک مختصر کتاب کی شکل اختیار کرلی ہے اور ,,تاریخ سرکشی بجنور،، جس میں سرسید نے اپنا آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے اسی سلسلہ کی کڑیاں ھیں۔ ڈاکٹر ھنٹر کی کتاب پر ریویو پہلی مرتبہ انگریزی زبان میں سنہ ۱۸۷۲ع میں شائع ھوا۔ ڈاکٹر ھنٹر نے مسلمانوں کے خلاف جو زھر اگلا تھا سر سید نے اس کا مدلل جواب دیا ہے۔ ,,تاریخ سرکشی بجنور میں سرسید نے مئی سنہ ۵۷ع سے اپریل سنہ ۵۸ع تک کے وہ حالات بتفصیل درج کئے ھیں جو بجنور میں پیش آئے۔ بڑی مشکل سے سر سید نے ان تحریرات اور یادداشتوں کی حفاظت کی جن کی مدد سے یہ قیمتی تاریخی کتاب مرتب ہوئی۔ کتاب واقعات پر مبنی ہے اور سر سید نے بغیر رو رعایت وہ سب کچھ کھول کر رکھ دیا ہے جو بجنور میں پیش آیا۔ کتاب ایک غیر جانبدار مورخ کی حیثیت سے لکھی گئی ہے جس میں نہ مذھبی تعصب کو دخل ہے نہ قومی عصبیت کو –

کئی اعتبارات سے سر سید کی ان تصانیف میں جو ان کے اپنے زمانے کی تاریخ سے متعلق ھیں ,,رسالہ اسباب بغاوت ھند،، سب سے زیادہ اھم ہے۔ یوں تو یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے مگر اثر اور مقبولیت کے اعتبار سے اس کا درجہ بہت بلند ہے۔ پہلی مرتبہ یہ رسالہ سنہ ۱۸۵۸ع میں طبع ھوا۔ دوسری مرتبہ سنہ ۱۹۰۳ میں اور اب سنہ ۵۵ع میں پاکستان سے شائع ھورہا ہے۔ ,,حیات جاوید،، کے پہلے ایڈیشن میں حالی نے اسے بطور ضمیمہ کے شامل کیا تھا لیکن کتاب کا حجم کم کرنے کی غرض سے دوسرے ایڈیشن سے خارج کردیا – مولوی ھاشمی فریدآبادی نے بھی اپنی ''تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت،، کی جلد دوم میں اس کا بیشتر حصہ نقل کردیا ہے –

"رسالہ اسباب بغاوت ہند،، کی تالیف میں سر سید کے سامنے دو مقاصد تھے۔ایک یہ تھا کہ حکومت وقت کو ان تمام شکایتوں سے جو ہندوستان کے باشندوں کے دلوں میں جاگزین تھیں مطلع کیا جائے اور ایسی تجاویز پیش کی جائیں جن سے آئندہ ایسے واقعات رونما ہونے کا امکان کم ہوجائے۔ اور دوسرے یہ کہ انگریزوں کے دل میں مسلمانوں کی طرف سے جو عام بدگمانی پیدا ہوگئی تھی اسے رفع کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس رسالہ کے کئی ترجمے سرکاری طور پر انگلستان اور ہندوستان میں کرائے گئے۔ مگر یہ ترجمے شائع کرنے کی غرض سے نہیں کئے گئے تھے بلکہ حکومت اور ممبران پارلیمنٹ کی اطلاع کے لئے ہوئے تھے۔ کئی سال گزرنے پر اس کا انگریزی ترجمہ پہلی دفع سنہ ۱۸۷۳ ع میں شائع ہوا۔ اسے سر آکلینڈ کالون نے شروع کیا تھا اور گراہم نے پایہ تکمیل کو پہنچایا۔

سرسید نے اپنی آنکھوں سے اس تباہی کا مشاہدہ کیا تھا جو سنہ ۱۸۵۷ ع کے انقلاب کے بعد مسلمانوں پر آئی۔ مصیبتوں کے پہاڑ تھے کہ ان کے سروں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ انگریز مسلمانوں ہی کو اصلی مجرم تصور کرتا تھا۔ انہیں سے اس نے حکومت چھینی تھی۔ انگریزوں میں مسلمانوں کے مذہبی تعصب کی بھی شہرت تھی۔ پھر سنہ ۵۷ ع کے ڈرامہ میں بہادر شاہ ثانی کی مرکزی حیثیت نے انگریز کے اس خیال کو اور بھی تقویت بخشی تھی کہ مسلمان اپنا کھویا ہوا اقتدار دوبارہ حاصل کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کو کچلنا انگریزی حکمت عملی کا لازمی جزو بن گیا۔ ادھر ہندو اہلکار بھی اپنی خیر خواہی جتانے کے لئے اور اپنے زعم میں پرانے بدلے لینے کی خاطر مسلمانوں پر ہر طرح کا ظلم روا رکھنے لگے۔

سرسید کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ کسی طرح انگریز کے اس خیال اور رویہ کو بدلنے کی سعی کرنی چاہئے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر صحیح واقعات حکومت کے سامنے رکھ دئے جائیں اور ان اسباب کی طرف حکومت کی توجہہ دلائی جائے جن سے سنہ ۵۷ ع کے واقعات رونما ہوئے تو یہ ایک بڑی قومی خدمت ہوگی۔ مگر یہ سہل کام نہ تھا۔ حالی کے الفاظ میں ,, زمانہ نہایت نازک تھا، خیالات ظاہر کرنے کی آزادی مطلق نہ تھی، مارشل لا کا دور دورہ تھا اور حاکموں کی زبان ہی قانون تھی ،،۔ سرسید کے لئے ایک ذاتی دقت اور تھی۔ وہ یہ کہ انہیں حکومت کے خیر خواہوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ وہ حکومت کے ملازم تھے اور انگریزوں سے ان کے تعلقات نہایت دوستانہ تھے۔ اس کا قوی امکان تھا کہ جس قسم کے مباحث وہ اپنی تصنیف میں لانا

چاہتے تھے ان سے انگریزوں میں خود سرسید کی طرف سے بدگمانیاں پیدا ہوجائیں۔

مگر سرسید ایک باہمت انسان تھے۔ انہوں نے خطرات کی پرواہ نہ کی۔ اور یہ رسالہ لکھا۔ سنہ ۵۸ ع ہی میں اسے چھپنے کے لئے آگرہ بھیج دیا۔ کچھ دنوں میں رسالہ کی پانچ سو جلدیں چھپ کر آگئیں۔ ان کے بعض احباب کو جب اس کا علم ہوا کہ سرسید اس کو پارلیمانٹ کے ممبروں اور حکومت ہند کے پاس روانہ کرنے کا قصد رکھتے ہیں تو انہیں اس ارادہ سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی کہ اس میں سرسید کے لئے خطرہ ہی خطرہ تھا۔ بہت سمجھایا مگر سب بے سود۔ سرسید نے ان کے مشورہ کو قبول نہ کیا اور چند جلدیں اپنے پاس رکھ کر ایک جلد حکومت ہند کو اور باقی کچھ کم پانچ سو جلدیں پارلیمان کے ممبروں میں تقسیم کی غرض سے انگلستان روانہ کردیں۔

حکومت ہند میں اس وقت ایسے حکام بھی تھے جنہیں یہ رسالہ بہت ناگوار گذرا۔ سیسل بیڈن ان دنوں محکمہ خارجہ کے سکرٹری تھے۔ وہ بھی بہت برہم ہوئے۔ ان کی رائے میں یہ ایک باغیانہ تصنیف تھی اور ان کا اصرار تھا کہ سرسید سے باز پرس ہونی چاہئے۔ مگر گورنر جنرل (لارڈ کیننگ) اور بعض دوسرے افسروں نے سرسید کی تحریر کو خیر خواہی پر محمول کیا اور اس طرح سرسید کے سر سے مصیبت ٹلی۔

حالی نے دربار فرخ آباد کا وہ واقعہ بیان کیا ہے جہاں سیسل بیڈن اور سرسید کی مٹھ بھیڑ ہوگئی۔ ان میں جب علحدگی میں گفتگو ہوئی تو سیسل بیڈن نے اس رسالہ کے بارے میں اپنے تاثرات بلا کم و کاست بیان کئے اور خاص کر اس بات پر زور دیا کہ اگر سرسید کو واقعی انگریزوں کی خیر خواہی مقصود تھی تو پھر رسالہ کو شائع کرنے کی بجائے مسودہ کی شکل میں حکومت کے پاس کیوں نہ بھیج دیا۔ کہ حکومت کو سر سید کے خیالات کی اطلاع بھی ہوجاتی اور اشاعت کے مضر اثرات بھی پیدا نہ ہو پاتے۔ جب سرسید نے دوران گفتگو میں یہ بات صاف کردی کہ تحریر چھپی ضرور ہے مگر ملک میں سوائے مصنف اور حکومت ہند کے کہیں اور سے کوئی جلد دستیاب نہیں ہوسکتی اور انگلستان میں بھی صرف پارلیمان کے ممبروں میں رسالہ تقسیم کیا گیا ہے تب جاکر معاملہ رفع دفع ہوا اور محکمہ خارجہ کے سکریٹری کی تشفی ہوئی۔

اب تو ہند و پاکستان کے سیاسی معاملات پر بہت لٹریچر موجود ہے مگر جس وقت سر سید نے اس موضوع ممنوعہ پر قلم اٹھایا اس وقت ایسا نہ تھا۔ جدید علم سیاست اور جدید علم معاشیات سے اس وقت ہندوستانی ناواقف تھے۔

سرسید خود انگریزی نہیں جانتے تھے۔ مگر جس انداز سے انہوں نے یہ رسالہ لکھا ہے اس سے ایک طرف ان کی علوہمت کا پتہ چلتا ہے اور دوسری طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم نظام تعلیم اتنا ناقص نہ تھا جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے ۔

سنہ ۵۷ع سے قبل جو نظام حکومت رائج تھا سرسید نے اس کا نہایت محققانہ جائزہ لیا ہے۔ انہوں نے نہ صرف اس نظام حکومت پر نکتہ چینی کی ہے بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ انہوں نے ایک طرح سے سنہ ۵۷ع کے واقعات کا جواز پیش کیا ہے ۔

سرسید کے خیال کے مطابق ان واقعات کا بنیادی سبب یہ تھا کہ حکومت رعایا کے حال سے ناواقف تھی۔ نہ اسے ان کے احساسات کا پتہ تھا اور نہ ان کی تکالیف کا علم۔ حکومت کے مشوروں میں کوئی ہندوستانی شریک نہ کیا جاتا تھا۔ پھر حکومت نے بعض ایسی غلطیاں کیں جن کا خمیازہ سنہ ۵۷ع میں بھگتنا پڑا۔ ان میں سرسید نے فوج کی ,, بد انتظامی اور بے اہتمامی ،، کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ عیسائی مبلغوں نے جس جوش و خروش سے اپنا کام ہندوستان میں جاری کیا اس نے بہت بددلی پیدا کی۔ حکومت نے ان کی مدد اپنا فرض سمجھا اور ان مبلغوں نے حکومت کی مشنری کو اپنے خیالات کی ترویج کے لئے استعمال کیا ،ممکن نہ تھا کہ اس سے بے اطمینانی اور بے چینی نہ پھیلے۔ معاشی حالات کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ زمینداریوں کے نیلام اور بندوبست کی سختی اور ملازمتوں میں مسلمانوں کے تناسب کی کمی پر خصوصیت سے روشنی ڈالی ہے۔ان ہی حالات نے بے چینی پھیلانے میں مدد دی۔ سرسید ہندوستانیوں کی بےتوقیری ، حکام ضلع کی سخت مزاجی اور بد زبانی اور حاکم و محکوم میں محبت کے فقدان کا ذکر کرتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ باوجود یکصد سالہ تعلق کے انگریزوں اور ہندوستان کے باشندوں میں کوئی رابطہ پیدا نہ ہوسکا۔ جو سلوک میرٹھ میں سپاہیوں کے ساتھ روا رکھا گیا اس پر بھی سرسید نے نکتہ چینی کی۔ ان کے خیال میں میرٹھ میں ضرورت سے زیادہ سختی کی گئی جس سے دوسرے سپاہیوں کے بھی کان کھڑے ہوگئے۔

غرض سیاسی، معاشی اور معاشرتی اسباب سب ہی سے سر سید نے سیر حاصل بحث کی ہے اور مسلمانوں کی طرف سے انگریزوں کے دلوں میں جو خیال بیٹھ چکا تھا اس کی تردید کی ہے۔

انہوں نے انگریزوں کو اس بات کی دعوت دی کہ بجائے اس تشدد کی پالیسی کے جو انہوں نے اختیار کر رکھی تھی بے چینی کے اسباب کو دور کرنے کی کوشش کریں کہ اس میں ان کا بھی بھلا ہوگا اور ہندوستان کا بھی۔ انگریزوں نے اس رسالہ سے بہت کچھ

سیکھا اور قانون ساز کونسل میں جس کی تشکیل اس کے شائع ہونے کے کچھ ہی دنوں بعد ہوئی ہندوستانیوں کو پہلی مرتبہ شامل ہونے کا موقعہ دیا گیا۔

یہ تھا ایک مختصر سا خاکہ سر سید کی ان تصانیف کا جو تاریخ سے متعلق ہیں۔ ان سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ اگر سرسید نے دوسرے کار ہائے نمایاں انجام نہ بھی دئے ہوتے تو بھی وہ مورخ کی حیثیت سے زندہ رہتے، مگر ان تاریخی تصانیف کی اہمیت اس سبب سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ سرسید نے ایک نہایت مصروف سیاسی اور تعلیمی زندگی گذارنے کے باوجود اتنی بہت سی تصانیف چھوڑیں۔ اور ایک تاریخ پر اتنا کچھ لکھا ۔

محمود حسین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از بندہ خضوع و التجا میزید — بخشائیش بندہ از خدا میزید
گرمن کنم آنکہ آں مرا نازیباست — توکن ہمہ آنکہ آں ترا میزید

سرکشی ہندوستان کے جواب مضمون میں جو مین نے اسباب بغاوت ہندوستان کے بیان کئے تھے اگرچہ دل چاہتا تھا کہ اب اُن کو صفحۂ روزگار سے مٹادون بلکہ اپنے دل سے بھی بھلادوں کیونکہ جو اشتہار جناب ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریا دام سلطنتھا نے جاری کیا ہے درحقیقت وہ بغاوت کے ہر ایک اصلی سبب کا پورا علاج ہے۔ حق یہ ہے کہ اشتہار کا مضمون دیکھ کر بغاوت کے سبب لکھنے والون کے ہاتھ سے قلم گر پڑے۔ کسی کو ضرورت نہ رہی کہ اب اُن کی تشخیص کرین اس لئے کہ اب انکا علاج پورا ہوگیا۔

مگر ان فساد کے اصلی سببون پر غور کرنا اور اپنی صداقت سے سچے سچے سببون کا بیان کرنا میں ایک عمدہ خیرخواہی اپنی گورنمنٹ کی سمجھتا ہون۔ اس لئے مجھ پر واجب ہے کہ گو ان کا علاج بخوبی ہوگیا ہو پھر بھی جو سبب میرے دل میں ہیں آنکو بھی ظاہر کردوں۔ سچ ہے کہ بڑے بڑے دانا اور تجربہ کار لوگون نے اس بغاوت کے سبب لکھے ہین۔ مگر اُمید ہے کہ شاید کسی ہندوستانی آدمی نے اس میں کوئی بات نہ لکھی ہو۔ بہتر ہے کہ ایسے شخص کی بھی ایک رائے رہے۔

مضمون

سرکشی کے معنی اور اس کی مثالین—

کیا سبب ہوا ہندوستان کی سرکشی کا ؟

جواب

اس کا جواب دینے سے پہلے ہمکو بتانا چاہئے کہ سرکشی کے کیا معنی ہین۔ جان لو کہ اپنی گورمنٹ کا مقابلہ کرنا یا مخالفون کے شریک ہونا یا مخالفانہ ارادے سے حکم نہ بجالانا یا نڈر ہوکر گورمنٹ کے حقوق اور حدود کو توڑنا سرکشی ہے مثلاً—

۱۔ نوکر کا یا رعیت کا اپنی گورمنٹ سے لڑنا اور مقابلہ کرنا—
۲۔ یا مخالفانہ ارادے سے حکم کا نہ ماننا اور نہ بجالانا—
۳۔ یا مخالفون کی مدد کرنا اور ان کے شریک ہونا—
۴۔ یا رعیت کا نڈر ہوکر آپس میں لڑنا اور حد معینہ گورمنٹ سے تجاوز کرنا—
۵۔ یا اپنی گورمنٹ کی محبت اور خیر خواہی دل میں نہ رکھنا اور مصیبت کے وقت طرفداری نہ کرنا—

اس نازک وقت میں جو سنہ ۱۸۵۷ ع میں گزرا ان اقسام کی سرکشیون میں سے کوئی بھی سرکشی ایسی نہیں ہے جو نہ ہوئی ہو بلکہ بہت تہوڑے دانا آدمی ایسے نکلین گے جو پچھلی بات سے خالی ہون حالانکہ یہ پچھلی بات جیسی ظاہر میں کم ہے ویسی ہی قدر میں بہت زیادہ ہے—

سرکشی کا ارادہ دل میں کیون آتا ہے—

سرکشی کا ارادہ جو دل میں پیدا ہوتا ہے اس کا سبب ایک ہی ہوتا ہے۔ یعنی پیش آنا اُن باتون کا جو مخالف ہون اُن لوگون کی طبیعت اور طینت اور ارادہ اور عزم اور رسم و رواج اور خصلت اور جبلت کے جنہون نے سرکشی کی—

۱۸۵۷ ع کی سرکشی کسی ایک بات سے نہیں ہوئی بلکہ بہت سی باتون کا مجموعہ تھا—

اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی خاص بات عام سرکشی کا باعث نہیں ہوسکتی۔ ہان عام سرکشی کا باعث یا کوئی ایسی عام بات ہوسکتی ہے کہ جو سب کی طبیعتون کے مخالف ہو یا متعدد باتین ہون کہ کسی نے کسی گروہ کی اور کسی نے کسی گروہ کی طبیعتون کو

پھیر دیا ہو اور رفتہ رفتہ عام سرکشی ہوگئی ہو۔ سنہ ۱۸۵۷ ع کی سرکشی میں یہی ہوا کہ بہت سی باتین ایک مدت دراز سے لوگون کے دل میں جمع ہوتی جاتی تھیں اور بہت بڑا میگزین جمع ہوگیا تھا صرف اس کے شتابے میں آگ لگنی باقی تھی کہ سال گذشتہ میں فوج کی بغاوت نے اس میں آگ لگادی—

چپاتی بٹنا کوئی سازش کی بات نہ تھی—

سنہ ۱۸۵۶ ع میں ہندوستان کے اکثر ضلعون میں دیہ بدیہ چپاتی بٹی اور اسی کے قریب زمانہ میں سرکشی ہوئی۔ اگرچہ اس زمانہ میں تمام ہندوستان میں وبائی بیماری تھی اور خیال میں آتا ہے کہ اس کے دفع کرنے کو بطور ٹوٹکہ یہ کام ہوا ہو کیونکہ جاہل ہندوستانی اس قسم کے ٹوٹکے بہت کیا کرتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ اس کا اصلی سبب اب تک نہیں کھلا لیکن اس مین کچھ شک نہیں کہ وہ چپاتی کسی سازش کی بنیاد نہیں ہوسکتی۔ یہ قاعدہ ہے کہ اس قسم کی چیز البتہ ایک نشانی ہوتی ہے واسطے تصدیق زبانی پیغام کے اور ظاہر ہے کہ اس چپاتی کے ساتھہ کوئی زبانی پیغام نہ تھا اگر ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ باوجود منتشر ہونے کے اور ہر قوم اور ہر طبیعت کے آدمیون میں پھیلنے کے مخفی رہتا جس طرح پر کہ ہندوستان می سرکشی پھیلی اور یہان سے وہان اور وہان سے وہان دوڑی صاف دلیل ہے کہ پہلے سے کچھ سازش نہ تھی—

روس اور ایران کی سازش کچھ نہ تھی—

روس اور ایران کی سازش سے ہندوستان میں سرکشی کا خیال کرنا نہایت بے بنیاد بات ہے۔ ہندوستانیون پر جو معلوم نہیں کہ روسیون کو کیا سمجھتے ہون گے کیونکر ان سے سازش کا احتمال ہوسکتا ہے۔ ایرانیون سے ہندو کسی طرح سازش نہیں کرسکتے۔ ہندوستان کے مسلمانون میں اور ایرانیون میں موافقت ہونی ایسی غیر ممکن ہے جیسے پروٹسٹنٹ اور رومن کاتھلک میں۔ اگر دن و رات کا ایک وقت میں جمع ہونا ممکن ہے تو البتہ سازش کا ہونا بھی ممکن ہے۔ تعجب ہے کہ جب روس اور ایران میں محاربات درپیش تھے تب ہندوستان میں کچھ نہ تھا اور جب ہندوستان میں فساد ہوا تو وہان کچھہ نہ تھا اور پھر سازش کا خیال کیا جائے—

اشتہار کا ذکر جو شاہ زادہ ایران کے خیمہ میں سے نکلا—

اشتہار جو مشہور ہے کہ ایران کے شاہزادے کے خیمہ میں سے نکلا اس کا کوئی لفظ ہندوستان کی سازش پر دلالت نہیں کرتا۔ اس کا مضمون صاف اپنے ملک کے لوگون کی ترغیب کا ہے۔ ہندوستان کی خرابی کا ذکر اس بنیاد پر ہے

که ایرانیون کو زیاده تر آمادگی لڑائی پر ہو نه اس مطلب سے که ہندوستان سے سازش ہوچکی ہے —

دلی کے معزول بادشاہ کا یران کو فرمان لکھنا عجب نہیں مگر بنیاد سرکشی نہیں —

دلی کے بادشاہ معزول کا یران کو فرمان لکھنا ہم کچھ تعجب نہیں سمجھتے۔ دلی کے معزول بادشاہ کا یه حال تھا که اگر اس سے کہا جاتا که پرستان میں جنوں کا بادشاہ آپ کا تابعدار ہے تو وه اس کو سچ سمجھتا اور ایک چھوڑ دس فرمان لکھدیتا۔ دلی کا معزول بادشا ھمشیه خیال کرتا تھا که میں مکھی اور مچھر بن کر اڑجاتا ہون اور لوگون کی اور ملکون کی خبر لے آتا ہون اور اس بات کو وه اپنے خیال میں سچ سمجھتا تھا اور درباریون سے تصدیق چاھتا تھا اور سب تصدیق کرتے تھے۔ ایسے مالیخولیا والے آدمی نے کسی کے کہے سے کوئی فرمان لکھدیا ہو تو تعجب نہیں مگر حاشا که وه کسی طرح بھی سازش کی بنیاد ہو۔ کیا تعجب نہیں آتا که اتنی بڑی سازش اور اتنی مدت سے ہورہی ہو اور ہمارے حکام بالکل بیخبر رہیں۔ سرکشی کے بعد بھی کیا فوجی اور کیا ملکی کسی باغی نے بھی آپس میں کسی قسم کی سازش کا کبھی تذکره نہیں کیا حالانکه سرکشی کے بعد ان کو کس کا ڈر تھا —

اوده کی ضبطی اس عام فساد کا باعث نہین —

اوده کی ضبطی کو بھی ہم سبب اس سرکشی کا نہیں سمجھتے۔ اس میں کچھ شک نہیں که اوده کی ضبطی سے سب لوگ ناراض ہوئے اور سب نے یقین کیا که آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی نے خلاف عہد اور اقرار کے کیا عموماً رعایا کو ضبطی اوده سے اس قدر ناراضی ہوئی تھی جتنی که ھمیشه ہوا کرتی تھی۔ جب کمپنی کسی ملک کو فتح کرتی تھی جسکا بیان آگے آویگا زیاده تر ڈر اور خوف اور ناراضی دلی والیان اور رئیسان خود مختار ہندوستان کو ہوتی تھی۔ سب کو یقین تھا که اس طرح سب کے ملک اور سب کی ریاستین اور حکومتین چھینی جاویں گی ۔مگر ہم دیکھتے ہین که صاحب ملک رئیسون میں سے کوئی باغی نہیں ہوا اس فساد میں اکثر وہی لوگ ہیں جن کے ملک ان کے ھاتھه میں نہیں ہین۔ اس کے جواب میں یه مت کہو که جھجر کا نواب اور بلب گڈھ کا راجه اور فلان فلان باغی ہوگیا۔

قوم کی سازش واسطے الٹھادینے غیر قوم کی حکومت کے نہیں —

اس فساد کو یه بھی خیال کرنا نہین چاھئے که اس حسرت اور افسوس کے باعث سے که ہندوستانیون کے قدیم ملک پر غیر قوم قابض ہو گئی تھی تمام قوم نے اتفاق کرکے سرکشی کی۔ سمجھنے کی بات ہے که ھماری گورمنٹ کی عملداری دفعتاً ہندوستان میں نہیں آئی تھی بلکه رفته رفته ہوئی تھی جس کی ابتدا سنه ۱۷۵۷ ع وقت شکست کھانے سراج الدوله کے پلاسی پر سے شمار ہوتی ہے۔ اس زمانے سے چند روز پیشتر تک تمام رعایا اور رئیسون کے دل ھماری گورنمنٹ کی طرف کھنچتے تھے اور ھماری گورمنٹ اور اس کے حکام متعہد کے اخلاق اور اوصاف اور رحم و عطا اور استحکام عہود اور رعایا پروری اور امن و آسائش سن سن کر جو عملداریاں ہندو اور مسلمانوں کی ھماری گورمنٹ کے ھمسائے میں تھیں وه خواھش رکھتی تھیں اس بات کی که ھماری گورمنٹ کی حکومت کے سائے میں ہون۔ بادشاھان ملک غیر بھی کمال اعتماد رکھتے تھے ھماری گورمنٹ پر۔ اور جو عہد و میثاق ھماری گورمنٹ سے باندھتے تھے اس کو بہت ھی پکا اور پتھر کی لکیر سمجھتے تھے۔ باوجودیکه ھماری گورمنٹ کو پہلے کی به‌نسبت اب بہت بڑا اقتدار ہے برعکس ہندوستانیون کے که ہندوستان کے رئیسون اور صوبه‌دارون اور والیان ملک کو جو طاقت اور اختیار پہلے تھا اس کا عشر عشیر بھی اب نہیں حالانکه ان زمانون میں بہت سی لڑائیان ھماری گورمنٹ کو ہندوستان کی ہر قوم ہندو مسلمان سے پیش آئین اور ھماری گورمنٹ فتحیاب ہوتی گئی اور تمام ہندوستانیون کو یقین تھا که ایک دن تمام ہندوستان پر ھماری گورمنٹ کی حکومت ہوگی اور یه سب رعایا ہندوستان کی کیا ہندو اور کیا مسلمان ایک دن ھماری گورمنٹ کے قبضه قدرت میں آئے گی باوجود ان باتون کے اس زمانه میں کسی طرح کی سرکشی اور گورمنٹ کا مقابله نہین ہوا که سب تاریخین اس ذکر سے خالی ہیں۔ اگر یه فساد اس سبب سے ہوتا تو ضرور ہے که ان فسادون کا نمونه ان زمانون میں بھی پایا جاتا خصوصاً اس سبب سے که ان زمانون میں ایسے فسادات کا قابو زیاده تھا۔ ان محاربات کے وقت میں جو سنه ۱۸۳۹ ع میں شروع تھے جبکه کسی طرح کی سرکشی ہندوستان میں نہیں ہوئی باوجودیکه صدھا سال تک ہندوستان انہین ملکون کے بادشاھون کے تحت حکومت تھا جن سے که محاربات درپیش تھے اور انہیں بادشاھون کے سبب سے مسلمانون کا وجود اور عروج ہندوستان میں ہوا تھا تو اب ہرگز خیال میں بھی نہیں آتا که اب کا فساد مسلمانون نے حکومت اور اپنی سلطنت کے جاتے رہنے کے رنج سے کیا ہو—

دلی کے معزول بادشاہ کی وقعت دلی کے لوگون میں اور ان شہرون میں جو دلی کے قریب تھے کچھہ نہ تھی مگر بیر ونجات میں لارڈ امہرسٹ صاحب کا کہنا کہ خاندان تیمور دلی کا بادشاہ نہیں -

"دلی کے معزول بادشاہ کی سلطنت کا کوئی بھی آرزومند نہ تھا اس خاندان کی لغو اور بیہودہ حرکات نے سب کی آنکھون میں سے اس کی قدر اور منزلت گرادی تھی - ھان بیرونجات کے لوگ جو بادشاہ کے حالات اور حرکات اور اقتدار اور اختیار سے واقف نہ تھے بلا شبہ بادشاہ کی بڑی قدر سمجھتے تھے اور اس کو ہندوستان کا بادشاہ اور آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کو منتظم ہندوستان جانتے تھے۔ الاخاص دلی کے اور اس کے قرب و جوار کے رہنے والے بادشاہ کی کچھ بھی وقعت خیال میں نہ لاتے تھے۔ باوجود ان سب باتوں کے ہندوستان کے سب آدمیون کو بادشاہ کے معدوم ہونے سے کچھ بھی رنج نہ تھا۔ یاد ہوگا کہ جب کہ سنہ ۱۸۲۷ ع میں لارڈ امہرسٹ صاحب بہادر نے علانیہ کہدیا تھا کہ ہماری گورنمنٹ اب کچھ تیموریہ خاندان کے تابع نہیں ہے بلکہ وہ ہندوستان کی بادشاہ ہے تو اس وقت رعایا اور والیان ہندوستان کو کچھہ بھی خیال نہین ہوا تھا گو خاص بادشاہی خاندان کو کچھہ رنج ہوا ہو—

پہلے سے کچھہ سازش مسلمانون میں جہاد کی نہ تھی—

مسلمانون کا بہت روزون سے اپس میں سازش اور مشورہ کرنا اس ارادے سے کہ ہم باہم متفق ہو کر غیر مذہب کے لوگون پر جہاد کرین اور ان کی حکومت سے آزاد ہو جائیں نہایت بے بنیاد بات ہے۔ جبکہ مسلمان ہماری گورنمنٹ کے مستامن تھے کسی طرح گورنمنٹ کی عملداری میں جہاد نہین کرسکتے تھے - بیس تیس برس پیشتر ایک بہت بڑے نامی مولوی محمد اسمعیل نے ہندوستان میں جہاد کا وعظ کیا اور آدمیون کو جہاد کی ترغیب دی۔ اس وقت اس نے صاف بیان کیا کہ ہندوستان کے رہنے والے جو سرکار انگریزی کے امن میں رہتے ہیں ہندوستان میں جہاد نہیں کرسکتے اس لئے ہزارون آدمی جہادی ہرایک ضلع ہندوستان میں جمع ہوئے اور سرکار کی عملداری میں کسی طرح کا فساد نہیں کیا اور غربی سرحد پنجاب پر جا کر لڑائی کی۔ اور یہ جو ہر ضلع میں پاجی اور جاہلون کی طرف سے جہاد کا نام ہوا اگر ہم اس کو جہاد ہی فرض کرین تو بھی اس کی سازش و صلاح قبل دسوین مئی سنہ ۱۸۵۷ ع مطلق نہ تھی—

اس ھنگامہ میں کوئی بات مسلمانون کے مذہب کے مطابق نہیں ہوئی—

غور کرنا چاہئے کہ اس زمانے میں جن لوگون نے جہاد کا جھنڈا بلند کیا ایسے خراب اور بد رویہ اور بد اطوار آدمی تھے کہ بجز شراب خوری اور تماش بینی اور ناچ اور رنگ دیکھنے کے کچھ وظیفہ ان کا نہ تھا۔ بھلا یہ کیونکر پیشوا اور مقتدا جہاد کے گنے جا سکتے تھے۔ اس ھنگامے میں کوئی بات بھی مذہب کے مطابق نہین ہوئی۔ سب جانتے ھین کہ سرکاری خزانہ اور اسباب جو امانت تھا اس میں خیانت کرنا ملازمین کو نمک حرامی کرنی مذہب کے رو سے درست نہ تھی۔ صریح ظاہر ہے کہ بیگناہون کا قتل علی الخصوص عورتون اور بچون اور بڈھون کا مذہب کے بموجب گناہ عظیم تھا۔ پھر کیونکر یہ ہنگامہ غدر جہاد ہوسکتا تھا۔ ھان البتہ چند بد ذاتون نے دنیا کی طمع اور اپنی منفعت اور اپنے خیالات پورا کرنے اور جاہلون کے بہکانے کو اور اپنے ساتھہ جمعیت جمع کرنے کو جہاد کا نام لے دیا۔ پھر یہ بات بھی مفسدون کی حرمزدگیون میں سے ایک حرمزدگی تھی نہ واقع میں جہــــاد—

دلی میں جہاد کا فتوے جو باغیون نے چھاپا وہ دراصل جھوٹا ہے—

دلی میں جو جہاد کا فتوی چھپا وہ ایک عمدہ دلیل جہاد کی سمجھی جاتی ہے مگر میں نے تحقیق سنا ہے اور اس کے اثبات پر بہت دلیلین ھین کہ وہ محض بے اصل ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جب فوج نمک حرام میرٹھہ سے دلی میں گئی تو کسی نے جہاد کے باب میں فتوی چاہا۔ سب نے فتوی دیا کہ جہاد نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ اس پہلے فتوے کی میں نے نقل دیکھی ہے مگر وہ اصل فتوی معدوم ہے تو میں اس نقل کو نہین کہہ سکتا کہ کہان تک لائق اعتماد کے ہے۔ مگر جب بریلی کی فوج دلی میں پہنچی اور دوبارہ فتوی ہوا جو مشہور ہے اور جس میں جہاد کرنا واجب لکھا ہے بلا شبہ اصلی نہیں۔ چھاپنے والے اس فتوے نے جو ایک مفسد اور نہایت قدیمی بدذات آدمی تھا جاہلون کے بہکانے اور ورغلانے کو لوگون کے نام لکھ کر اور چھاپ کر اس کو رونق دی تھی بلکہ ایک آدہ مہر ایسے شخص کی چھاپ دی تھی جو قبل غدر مرچکا تھا۔ مگر مشہور ہے کہ چند آدمیون نے فوج باغی بریلی اور اس کے مفسد ہمراہیون کے جبر اور ظلم سے مہرین بھی کی تھین—

رسالہ

اسباب بغاوت ہند

مصنفہ

ڈاکٹر سر سید احمدخان بہادر مرحوم و مغفور، کے-سی-ایس-آئی، ایل-ایل-ڈی

بار اول سنہ ۱۸۵۸ع

بار دوم سنہ ۱۹۰۳ع

پاکستان میں بار اول سنہ ۱۹۵۵ع

مع مقدمہ از

ڈاکٹر محمود حسین

پروفیسر تاریخ، کراچی یونیورسٹی

---*---

ناشر:- پاکستان یونیورسٹیز پریس جی- پی- او- بکس ۲۹۳ کراچی

طابع:- انٹر سروسز پریس- انگل روڈ کراچی

دلی کے معزول بادشاہ کی وقعت دلی کے لوگون مین اور ان شہرون مین جو دلی کے قریب تھے کچھہ نہ تھی مگر بیر ونجات مین لارڈ امہرسٹ صاحب کا کہنا کہ خاندان تیمور دلی کا بادشاہ نہیں -

"دلی کے معزول بادشاہ کی سلطنت کا کوئی بھی آرزومند نہ تھا اس خاندان کی لغو اور بیہودہ حرکات نے سب کی آنکھون میں سے اس کی قدر اور منزلت گرادی تھی - ھان بیرونجات کے لوگ جو بادشاہ کے حالات اور حرکات اور اقتدار اور اختیار سے واقف نہ تھے بلا شبہ بادشاہ کی بڑی قدر سمجھتے تھے اور اس کو ہندوستان کا بادشاہ اور آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کو منتظم ہندوستان جانتے تھے۔ الاخاص دلی کے اور اس کے قرب و جوار کے رہنے والے بادشاہ کی کچھ بھی وقعت خیال میں نہ لاتے تھے۔ باوجود ان سب باتوں کے ہندوستان کے سب آدمیوں کو بادشاہ کے معدوم ہونے سے کچھ بھی رنج نہ تھا۔ یاد ہوگا کہ جب کہ سنہ ۱۸۲۷ ع میں لارڈ امہرسٹ صاحب بہادر نے علانیہ کہدیا تھا کہ ہماری گورمنٹ اب کچھ تیموریہ خاندان کے تابع نہیں ہے بلکہ وہ ہندوستان کی بادشاہ ہے تو اس وقت رعایا اور والیان ہندوستان کو کچھہ بھی خیال نہین ہوا تھا گو خاص بادشاہی خاندان کو کچھہ رنج ہوا ہو—

پہلے سے کچھہ سازش مسلمانون میں جہاد کی نہ تھی—

مسلمانون کا بہت روزون سے اپس میں سازش اور مشورہ کرنا اس ارادے سے کہ ہم باہم متفق ہو کر غیر مذھب کے لوگون پر جہاد کرین اور ان کی حکومت سے آزاد ہو جائیں نہایت بے بنیاد بات ہے۔ جبکہ مسلمان ہماری گورمنٹ کے مستامن تھے کسی طرح گورمنٹ کی عملداری میں جہاد نہین کرسکتے تھے - بیس تیس برس پیشتر ایک بہت بڑے نامی مولوی محمد اسمعیل نے ہندوستان میں جہاد کا وعظ کیا اور آدمیون کو جہاد کی ترغیب دی۔ اس وقت اس نے صاف بیان کیا کہ ہندوستان کے رہنے والے جو سرکار انگریزی کے امن میں رہتے ھیں ہندوستان میں جہاد نہیں کرسکتے اس لئے ہزارون آدمی جہادی ھرایک ضلع ہندوستان میں جمع ہوئے اور سرکار کی عملداری میں کسی طرح کا فساد نہیں کیا اور غربی سرحد پنجاب پر جا کر لڑائی کی۔ اور یہ جو ہر ضلع میں باغی اور جاہلون کی طرف سے جہاد کا نام ہوا اگر ہم اس کو جہاد ھی فرض کرین تو بھی اس کی سازش و صلاح قبل دسوین مئی سنہ ۱۸۵۷ ع مطلق نہ تھی—

اس ھنگامہ میں کوئی بات مسلمانون کے مذھب کے مطابق نہیں ہوئی—

غور کرنا چاھئے کہ اس زمانے میں جن لوگون نے جہاد کا جھنڈا بلند کیا ایسے خراب اور بد رویہ اور بد اطوار آدمی تھے کہ بجز شراب خوری اور تماش بینی اور ناچ اور رنگ دیکھنے کے کچھ وظیفہ ان کا نہ تھا۔ بھلا یہ کیونکر پیشوا اور مقتدا جہاد کے گنے جا سکتے تھے۔ اس ھنگامے میں کوئی بات بھی مذھب کے مطابق نہین ہوئی۔ سب جانتے ھین کہ سرکاری خزانہ اور اسباب جو امانت تھا اس میں خیانت کرنا ملازمین کو نمک حرامی کرنی مذھب کے رو سے درست نہ تھی۔ صریح ظاھر ہے کہ بیگناھون کا قتل علی الخصوص عورتون اور بچون اور بڈھون کا مذھب کے بموجب گناہ عظیم تھا۔ پھر کیونکر یہ ھنگامہ غدر جہاد ھوسکتا تھا۔ ھان البتہ چند بد ذاتون نے دنیا کی طمع اور اپنی منفعت اور اپنے خیالات پورا کرنے اور جاھلون کے بہکانے کو اور اپنے ساتھہ جمعیت جمع کرنے کو جہاد کا نام لے دیا۔ پھر یہ بات بھی مفسدون کی حرمزدگیون میں سے ایک حرمزدگی تھی نہ واقع میں جہـــاد—

دلی میں جہاد کا فتوے جو باغیون نے چھاپا وہ دراصل جھوٹا ہے—

دلی میں جو جہاد کا فتوی چھپا وہ ایک عمدہ دلیل جہاد کی سمجھی جاتی ہے مگر میں نے تحقیق سنا ہے اور اس کے اثبات پر بہت دلیلین ھین کہ وہ محض بے اصل ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جب فوج نمک حرام میرٹھہ سے دلی میں گئی تو کسی نے جہاد کے باب میں فتوی چاھا۔ سب نے فتوی دیا کہ جہاد نہیں ھوسکتا۔ اگرچہ اس پہلے فتوے کی میں نے نقل دیکھی ہے مگر وہ اصل فتوی معدوم ہے تو میں اس نقل کو نہین کہہ سکتا کہ کہاں تک لائق اعتماد کے ہے۔ مگر جب بریلی کی فوج دلی میں پہنچی اور دوبارہ فتوی ہوا جو مشہور ہے اور جس میں جہاد کرنا واجب لکھا ہے بلا شبہ اصلی نہیں۔ چھاپنے والے اس فتوے نے جو ایک مفسد اور نہایت قدیمی بدذات آدمی تھا جاھلون کے بہکانے اور ورغلانے کو لوگون کے نام لکھہ کر اور چھاپ کر اس کو رونق دی تھی بلکہ ایک آدہ مہر ایسے شخص کی چھاپ دی تھی جو قبل غدر مرچکا تھا۔ مگر مشہور ہے کہ چند آدمیون نے فوج باغی بریلی اور اس کے مفسد ھمراھیون کے جبر اور ظلم سے مہرین بھی کی تھین—

رسالہ

اسباب بغاوت ہند

مصنفہ

ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر مرحوم و مغفور، کے-سی-ایس-آئی، ایل-ایل-ڈی

بار اول سنہ ۱۸۵۸ع

بار دوم سنہ ۱۹۰۳ع

پاکستان میں بار اول سنہ ۱۹۵۵ع

مع مقدمہ از

ڈاکٹر محمود حسین

پروفیسر تاریخ، کراچی یونیورسٹی

ناشر:- پاکستان یونیورسٹیز پریس جی-پی-او-بکس ۲۹۳ کراچی

طابع:- انٹر سروسز پریس- انگل روڈ کراچی

دلی کے معزول بادشاہ کی وقعت دلی کے لوگون میں اور ان شہرون میں جو دلی کے قریب تھے کچھہ نہ تھی مگر بیرونجات میں لارڈ امہرسٹ صاحب کا کہنا کہ خاندان تیمور دلی کا بادشاہ نہیں -

"دلی کے معزول بادشاہ کی سلطنت کا کوئی بھی آرزومند نہ تھا اس خاندان کی لغو اور بیہودہ حرکات نے سب کی آنکھون میں سے اس کی قدر اور منزلت گرادی تھی - ہان بیرونجات کے لوگ جو بادشاہ کے حالات اور حرکات اور اقتدار اور اختیار سے واقف نہ تھے بلا شبہ بادشاہ کی بڑی قدر سمجھتے تھے اور اس کو ہندوستان کا بادشاہ اور آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کو منتظم ہندوستان جانتے تھے۔ الاخاص دلی کے اور اس کے قرب و جوار کے رہنے والے بادشاہ کی کچھ بھی وقعت خیال میں نہ لاتے تھے۔ باوجود ان سب باتوں کے ہندوستان کے سب آدمیوں کو بادشاہ کے معدوم ہونے سے کچھ بھی رنج نہ تھا۔ یاد ہوگا کہ جب کہ سنہ ۱۸۲۷ ع میں لارڈ امہرسٹ صاحب بہادر نے علانیہ کہدیا تھا کہ ہماری گورمنٹ اب کچھ تیموریہ خاندان کے تابع نہیں ہے بلکہ وہ ہندوستان کی بادشاہ ہے تو اس وقت رعایا اور والیان ہندوستان کو کچھہ بھی خیال نہین ہوا تھا گو خاص بادشاہی خاندان کو کچھہ رنج ہوا ہو۔

پہلے سے کچھہ سازش مسلمانون میں جہاد کی نہ تھی۔

مسلمانون کا بہت روزون سے اپس میں سازش اور مشورہ کرنا اس ارادے سے کہ ہم باہم متفق ہو کر غیر مذہب کے لوگون پر جہاد کرین اور ان کی حکومت سے آزاد ہو جائیں نہایت بے بنیاد بات ہے۔ جبکہ مسلمان ہماری گورمنٹ کے مستامن تھے کسی طرح گورمنٹ کی عملداری میں جہاد نہین کرسکتے تھے - بیس تیس برس پیشتر ایک بہت بڑے نامی مولوی محمد اسمعیل نے ہندوستان میں جہاد کا وعظ کیا اور آدمیون کو جہاد کی ترغیب دی۔ اس وقت اس نے صاف بیان کیا کہ ہندوستان کے رہنے والے جو سرکار انگریزی کے امن میں رہتے ہیں ہندوستان میں جہاد نہیں کرسکتے اس لئے ہزارون آدمی جہادی ہرایک ضلع ہندوستان میں جمع ہوئے اور سرکار کی عملداری میں کسی طرح کا فساد نہیں کیا اور غربی سرحد پنجاب پر جا کر لڑائی کی۔ اور یہ جو ہر ضلع میں پاجی اور جاہلون کی طرف سے جہاد کا نام ہوا اگر ہم اس کو جہاد ہی فرض کرین تو بھی اس کی سازش و صلاح قبل دسوین مئی سنہ ۱۸۵۷ ع مطلق نہ تھی۔

اس ہنگامہ میں کوئی بات مسلمانون کے مذہب کے مطابق نہیں ہوئی۔

غور کرنا چاہئے کہ اس زمانے میں جن لوگون نے جہاد کا جھنڈا بلند کیا ایسے خراب اور بد رویہ اور بد اطوار آدمی تھے کہ بجز شراب خوری اور تماش بینی اور ناچ اور رنگ دیکھنے کے کچھ وظیفہ ان کا نہ تھا۔ بھلا یہ کیونکر پیشوا اور مقتدا جہاد کے گنے جا سکتے تھے۔ اس ہنگامے میں کوئی بات بھی مذہب کے مطابق نہین ہوئی۔ سب جانتے ہین کہ سرکاری خزانہ اور اسباب جو امانت تھا اس میں خیانت کرنا ملازمین کو نمک حرامی کرنی مذہب کے رو سے درست نہ تھی۔ صریح ظاہر ہے کہ بیگناہون کا قتل علی الخصوص عورتون اور بچون اور بڈھون کا مذہب کے بموجب گناہ عظیم تھا۔ پھر کیونکر یہ ہنگامہ غدر جہاد ہوسکتا تھا۔ ہان البتہ چند بد ذاتون نے دنیا کی طمع اور اپنی منفعت اور اپنے خیالات پورا کرنے اور جاہلون کے بہکانے کو اور اپنے ساتھہ جمعیت جمع کرنے کو جہاد کا نام لے دیا۔ پھر یہ بات بھی مفسدون کی حرمزدگیون میں سے ایک حرمزدگی تھی نہ واقع میں جہاد۔

دلی میں جہاد کا فتوے جو باغیون نے چھاپا وہ دراصل جھوٹا ہے۔

دلی میں جو جہاد کا فتوی چھپا وہ ایک عمدہ دلیل جہاد کی سمجھی جاتی ہے مگر میں نے تحقیق سنا ہے اور اس کے اثبات پر بہت دلیلین ہین کہ وہ محض بے اصل ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جب فوج نمک حرام میرٹھہ سے دلی میں گئی تو کسی نے جہاد کے باب میں فتوی چاہا۔ سب نے فتوی دیا کہ جہاد نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ اس پہلے فتوے کی میں نے نقل دیکھی ہے مگر وہ اصل فتوی معدوم ہے تو میں اس نقل کو نہین کہہ سکتا کہ کہان تک لائق اعتماد کے ہے۔ مگر جب بریلی کی فوج دلی میں پہنچی اور دوبارہ فتوی ہوا جو مشہور ہے اور جس میں جہاد کرنا واجب لکھا ہے بلا شبہ اصلی نہیں۔ چھاپنے والے اس فتوے نے جو ایک مفسد اور نہایت قدیمی بدذات آدمی تھا جاہلون کے بہکانے اور ورغلانے کو لوگون کے نام لکھہ کر اور چھاپ کر اس کو رونق دی تھی بلکہ ایک آدہ مہر ایسے شخص کی چھاپ دی تھی جو قبل غدر مرچکا تھا۔ مگر مشہور ہے کہ چند آدمیون نے فوج باغی بریلی اور اس کے مفسد ہمراہیون کے جبر اور ظلم سے مہرین بھی کی تھین۔

رسالہ

اسباب بغاوت ہند

مصنفہ

ڈاکٹر سر سید احمدخان بہادر مرحوم و مغفور، کے-سی-ایس-آئی، ایل-ایل-ڈی

بار اول سنہ ۱۸۵۸ع

بار دوم سنہ ۱۹۰۳ع

پاکستان میں بار اول سنہ ۱۹۵۵ع

مع مقدمہ از

ڈاکٹر محمود حسین

پروفیسر تاریخ ، کراچی یونیورسٹی

---*---

ناشر :- پاکستان یونیورسٹیز پریس جی- پی- او- بکس ۲۹۳ کراچی

طابع :- انٹر سروسز پریس - انگل روڈ کراچی

دلی کے معزول بادشاہ کی وقعت دلی کے لوگون میں اور ان شہرون میں جو دلی کے قریب تھے کچھہ نہ تھی مگر بیرونجات میں لارڈ امہرسٹ صاحب کا کہنا کہ خاندان تیمور دلی کا بادشاہ نہیں ۔

دلی کے معزول بادشاہ کی سلطنت کا کوئی بھی آرزومند نہ تھا اس خاندان کی لغو اور بیہودہ حرکات نے سب کی آنکھون میں سے اس کی قدر اور منزلت گرادی تھی ۔ ہان بیرونجات کے لوگ جو بادشاہ کے حالات اور حرکات اور اقتدار اور اختیار سے واقف نہ تھے بلا شبہ بادشاہ کی بڑی قدر سمجھتے تھے اور اس کو ہندوستان کا بادشاہ اور آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کو منتظم ہندوستان جانتے تھے۔ الاخاص دلی کے اور اس کے قرب و جوار کے رہنے والے بادشاہ کی کچھ بھی وقعت خیال میں نہ لاتے تھے۔ باوجود ان سب باتون کے ہندوستان کے سب آدمیون کو بادشاہ کے معدوم ہونے سے کچھ بھی رنج نہ تھا۔ یاد ہوگا کہ جب کہ سنہ ۱۸۲۷ ع میں لارڈ امہرسٹ صاحب بہادر نے علانیہ کہدیا تھا کہ ہماری گورمنٹ اب کچھ تیموریہ خاندان کے تابع نہیں ہے بلکہ وہ ہندوستان کی بادشاہ ہے تو اس وقت رعایا اور والیان ہندوستان کو کچھہ بھی خیال نہین ہوا تھا گو خاص بادشاہی خاندان کو کچھہ رنج ہوا ہو ۔

پہلے سے کچھہ سازش مسلمانون میں جہاد کی نہ تھی ۔

مسلمانون کا بہت روزون سے اپس میں سازش اور مشورہ کرنا اس ارادے سے کہ ہم باہم متفق ہو کر غیر مذہب کے لوگون پر جہاد کرین اور ان کی حکومت سے آزاد ہو جائیں نہایت بے بنیاد بات ہے۔ جبکہ مسلمان ہماری گورمنٹ کے مستامن تھے کسی طرح گورمنٹ کی عملداری میں جہاد نہین کرسکتے تھے ۔ بیس تیس برس پیشتر ایک بہت بڑے نامی مولوی محمد اسمعیل نے ہندوستان میں جہاد کا وعظ کیا اور آدمیون کو جہاد کی ترغیب دی۔ اس وقت اس نے صاف بیان کیا کہ ہندوستان کے رہنے والے جو سرکار انگریزی کے امن میں رہتے ہیں ہندوستان میں جہاد نہیں کرسکتے اس لئے ہزارون آدمی جہادی ہرایک ضلع ہندوستان میں جمع ہوئے اور سرکار کی عملداری میں کسی طرح کا فساد نہیں کیا اور غربی سرحد پنجاب پر جا کر لڑائی کی۔ اور یہ جو ہر ضلع میں پاجی اور جاہلون کی طرف سے جہاد کا نام ہوا اگر ہم اس کو جہاد ہی فرض کرین تو بھی اس کی سازش و صلاح قبل دسوین مئی سنہ ۱۸۵۷ ع مطلق نہ تھی ۔

اس ہنگامہ میں کوئی بات مسلمانون کے مذہب کے مطابق نہیں ہوئی ۔

غور کرنا چاہئے کہ اس زمانے میں جن لوگون نے جہاد کا جھنڈا بلند کیا ایسے خراب اور بد رویہ اور بد اطوار آدمی تھے کہ بجز شراب خوری اور تماش بینی اور ناچ اور رنگ دیکھنے کے کچھ وظیفہ ان کا نہ تھا۔ بھلا یہ کیونکر پیشوا اور مقتدا جہاد کے گنے جا سکتے تھے۔ اس ہنگامے میں کوئی بات بھی مذہب کے مطابق نہین ہوئی۔ سب جانتے ہین کہ سرکاری خزانہ اور اسباب جو امانت تھا اس میں خیانت کرنا ملازمین کو نمک حرامی کرنی مذہب کے رو سے درست نہ تھی۔ صریح ظاہر ہے کہ بیگناہون کا قتل علی‌الخصوص عورتون اور بچون اور بڈھون کا مذہب کے بموجب گناہ عظیم تھا۔ پھر کیونکر یہ ہنگامہ غدر جہاد ہوسکتا تھا۔ ہان البتہ چند بد ذاتون نے دنیا کی طمع اور اپنی منفعت اور اپنے خیالات پورا کرنے اور جاہلون کے بہکانے کو اور اپنے ساتھہ جمعیت جمع کرنے کو جہاد کا نام لے دیا۔ پھر یہ بات بھی مفسدون کی حرمزدگیون میں سے ایک حرمزدگی تھی نہ واقع میں جہــــاد ۔

دلی میں جہاد کا فتوے جو باغیون نے چھاپا وہ دراصل جھوٹا ہے ۔

دلی میں جو جہاد کا فتوی چھپا وہ ایک عمدہ دلیل جہاد کی سمجھی جاتی ہے مگر میں نے تحقیق سنا ہے اور اس کے اثبات پر بہت دلیلین ہین کہ وہ محض بے اصل ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جب فوج نمک حرام میرٹھہ سے دلی میں گئی تو کسی نے جہاد کے باب میں فتوی چاہا۔ سب نے فتوی دیا کہ جہاد نہیں ہوسکتا۔ اگر چہ اس پہلے فتوے کی میں نے نقل دیکھی ہے مگر وہ اصل فتوی معدوم ہے تو میں اس نقل کو نہین کہہ سکتا کہ کہان تک لائق اعتماد کے ہے۔ مگر جب بریلی کی فوج دلی میں پہنچی اور دوبارہ فتوی ہوا جو مشہور ہے اور جس میں جہاد کرنا واجب لکھا ہے بلا شبہ اصلی نہیں۔ چھاپنے والے اس فتوے نے جو ایک مفسد اور نہایت قدیمی بدذات آدمی تھا جاہلون کے بہکانے اور ورغلانے کو لوگون کے نام لکھ کر اور چھاپ کر اس کو رونق دی تھی بلکہ ایک آدہ مہر ایسے شخص کی چھاپ دی تھی جو قبل غدر مرچکا تھا۔ مگر مشہور ہے کہ چند آدمیون نے فوج باغی بریلی اور اس کے مفسد ہمراہیون کے جبر اور ظلم سے مہرین بھی کی تھین ۔

رسالہ

اسباب بغاوت ہند

مصنفہ

ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر مرحوم و مغفور، کے-سی-ایس-آئی، ایل-ایل-ڈی

بار اول سنہ ۱۸۵۸ء

بار دوم سنہ ۱۹۰۳ء

پاکستان میں بار اول سنہ ۱۹۵۵ء

مع مقدمہ از

ڈاکٹر محمود حسین

پروفیسر تاریخ، کراچی یونیورسٹی

---*---

ناشر:- پاکستان یونیورسٹیز پریس جی-پی-او- بکس ۲۹۳ کراچی

طابع:- انٹر سروسز پریس- انگل روڈ کراچی

دلی کے معزول بادشاہ کی وقعت دلی کے لوگون میں اور ان شہرون میں جو دلی کے قریب تھے کچھہ نہ تھی مگر بیرونجات میں لارڈ امہرسٹ صاحب کا کہنا کہ خاندان تیمور دلی کا بادشاہ نہیں -

دلی کے معزول بادشاہ کی سلطنت کا کوئی بھی آرزومند نہ تھا اس خاندان کی لغو اور بیہودہ حرکات نے سب کی آنکھون میں سے اس کی قدر اور منزلت گرادی تھی - ہان بیرونجات کے لوگ جو بادشاہ کے حالات اور حرکات اور اقتدار اور اختیار سے واقف نہ تھے بلا شبہ بادشاہ کی بڑی قدر سمجھتے تھے اور اس کو ہندوستان کا بادشاہ اور آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کو منتظم ہندوستان جانتے تھے۔ الاخاص دلی کے اور اس کے قرب و جوار کے رہنے والے بادشاہ کی کچھ بھی وقعت خیال میں نہ لاتے تھے۔ باوجود ان سب باتوں کے ہندوستان کے سب آدمیوں کو بادشاہ کے معدوم ہونے سے کچھ بھی رنج نہ تھا۔ یاد ہوگا کہ جب کہ سنہ ۱۸۲۷ ع میں لارڈ امہرسٹ صاحب بہادر نے علانیہ کہدیا تھا کہ ہماری گورمنٹ اب کچھ تیموریہ خاندان کے تابع نہیں ہے بلکہ وہ ہندوستان کی بادشاہ ہے تو اس وقت رعایا اور والیان ہندوستان کو کچھہ بھی خیال نہین ہوا تھا گو خاص بادشاہی خاندان کو کچھہ رنج ہوا ہو—

پہلے سے کچھہ سازش مسلمانون میں جہاد کی نہ تھی—

مسلمانون کا بہت روزون سے اپس میں سازش اور مشورہ کرنا اس ارادے سے کہ ہم باہم متفق ہو کر غیر مذہب کے لوگون پر جہاد کرین اور ان کی حکومت سے آزاد ہو جائیں نہایت بے بنیاد بات ہے۔ جبکہ مسلمان ہماری گورمنٹ کے مستامن تھے کسی طرح گورمنٹ کی عملداری میں جہاد نہین کرسکتے تھے - بیس تیس برس پیشتر ایک بہت بڑے نامی مولوی محمد اسمعیل نے ہندوستان میں جہاد کا وعظ کیا اور آدمیون کو جہاد کی ترغیب دی۔ اس وقت اس نے صاف بیان کیا کہ ہندوستان کے رہنے والے جو سرکار انگریزی کے امن میں رہتے ہیں ہندوستان میں جہاد نہیں کرسکتے اس لئے ہزارون آدمی جہادی ہرایک ضلع ہندوستان میں جمع ہوئے اور سرکار کی عملداری میں کسی طرح کا فساد نہیں کیا اور غربی سرحد پنجاب پر جا کر لڑائی کی۔ اور یہ جو ہر ضلع میں پاجی اور جاہلون کی طرف سے جہاد کا نام ہوا اگر ہم اس کو جہاد ہی فرض کرین تو بھی اس کی سازش و صلاح قبل دسوین مئی سنہ ۱۸۵۷ ع مطلق نہ تھی—

اس ہنگامہ میں کوئی بات مسلمانون کے مذہب کے مطابق نہیں ہوئی—

غور کرنا چاہئے کہ اس زمانے میں جن لوگون نے جہاد کا جھنڈا بلند کیا ایسے خراب اور بد رویہ اور بد اطوار آدمی تھے کہ بجز شراب خوری اور تماش بینی اور ناچ اور رنگ دیکھنے کے کچھ وظیفہ ان کا نہ تھا۔ بھلا یہ کیونکر پیشوا اور مقتدا جہاد کے کئے جا سکتے تھے۔ اس ہنگامے میں کوئی بات بھی مذہب کے مطابق نہین ہوئی۔ سب جانتے ہین کہ سرکاری خزانہ اور اسباب جو امانت تھا اس میں خیانت کرنا ملازمین کو نمک حرامی کرنی مذہب کے رو سے درست نہ تھی۔ صریح ظاہر ہے کہ بیگناہون کا قتل علی‌الخصوص عورتون اور بچون اور بڈھون کا مذہب کے بموجب گناہ عظیم تھا۔ پھر کیونکر یہ ہنگامہ غدر جہاد ہوسکتا تھا۔ ہان البتہ چند بد ذاتون نے دنیا کی طمع اور اپنی منفعت اور اپنے خیالات پورا کرنے اور جاہلون کے بہکانے کو اور اپنے ساتھہ جمعیت جمع کرنے کو جہاد کا نام لے دیا۔ پھر یہ بات بھی مفسدون کی حرمزدگیون میں سے ایک حرمزدگی تھی نہ واقع میں جہـــاد—

دلی میں جہاد کا فتوے جو باغیون نے چھاپا وہ دراصل جھوٹا ہے—

دلی میں جو جہاد کا فتوی چھپا وہ ایک عمدہ دلیل جہاد کی سمجھی جاتی ہے مگر میں نے تحقیق سنا ہے اور اس کے اثبات پر بہت دلیلیں ہین کہ وہ محض بے اصل ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جب فوج نمک حرام میرٹھہ سے دلی میں گئی تو کسی نے جہاد کے باب میں فتوی چاہا۔ سب نے فتوی دیا کہ جہاد نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ اس پہلے فتوے کی میں نے نقل دیکھی ہے مگر وہ اصل فتوی معدوم ہے تو میں اس نقل کو نہین کہہ سکتا کہ کہان تک لائق اعتماد کے ہے۔ مگر جب بریلی کی فوج دلی میں پہنچی اور دوبارہ فتوی ہوا جو مشہور ہے اور جس میں جہاد کرنا واجب لکھا ہے بلا شبہ اصلی نہیں۔ چھاپنے والے اس فتوے نے جو ایک مفسد اور نہایت قدیمی بدذات آدمی تھا جاہلون کے بہکانے اور ورغلانے کو لوگون کے نام لکھہ کر اور چھاپ کر اس کو رونق دی تھی بلکہ ایک آدہ مہر ایسے شخص کی چھاپ دی تھی جو قبل غدر مرچکا تھا۔ مگر مشہور ہے کہ چند آدمیون نے فوج باغی بریلی اور اس کے مفسد ہمراہیون کے جبر اور ظلم سے مہرین بھی کی تھین—

رسالہ

اسباب بغاوت ہند

مصنفہ

ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر مرحوم و مغفور، کے-سی-ایس-آئی، ایل-ایل-ڈی

بار اول سنہ ۱۸۵۸ع

بار دوم سنہ ۱۹۰۳ع

پاکستان میں بار اول سنہ ۱۹۵۵ع

مع مقدمہ از

ڈاکٹر محمود حسین

پروفیسر تاریخ، کراچی یونیورسٹی

---*---

ناشر:- پاکستان یونیورسٹیز پریس جی- پی- او- بکس ۲۹۲ کراچی

طابع:- انٹر سروسز پریس- الگن روڈ کراچی

اصــــل سوم

نا واقف رہنا گورمنٹ کا رعایا کے اصلی حالات اور اطوار اور عادات اور ان مصائب سے جو ان پر گزرتے تھے اور جن سے رعایا کا دل ہماری گورمنٹ سے پھٹتا جاتا تھا —

سوم ناواقفیت گورمنٹ حال رعایا سے—

اس میں کچھہ شک نہیں کہ ہماری گورمنٹ کو رعایا کے حالات اور اطوار اور جو جو دکھہ ان کو تھے ان کی اطلاع نہ تھی اور اطلاع ہونے کا کیا سبب تھا کیونکہ حالات اور اطوار کی اطلاع اختلاط اور ارتباط اور باہم آمدورفت بے تکلفانہ سے ہوتی ہے۔ اور یہ بات جب ہوتی ہے کہ ایک قوم دوسری قوم میں مل جل کر اور محبت اور اخلاص پیدا کر کر بطور ہم‌وطنوں کے توطن اختیار کرے جیسا کہ مسلمان غیر مذہب اور غیر ملک کے رہنے والوں نے ہندوستان میں توطن اختیار کرکے پیدا کیا اور غیر ملکیوں سے برادرانہ راہ و رسم پیدا کی۔ مگر درحقیقت ہماری گورمنٹ کو یہ بات جو اصلی سبب رعایا کے حالات کی اطلاع کا ہے حاصل نہین ہوسکتی اور نہ اس طرح کی سکونت مختلطانہ ہماری گورمنٹ کو ہوتی متخیل ہے۔ اب رہی یہ بات کہ رعایا خود اپنے مصائب کی اطلاع کرتی تو اس کا قابو رعایا کو نہ تھا چونکہ رعایائے ہندوستان کو تجاویز گورمنٹ میں ذرا بھی مداخلت نہ تھی اور اگر کسی نے کچھہ بیقاعدہ کوئی عرضی پرچہ بھیجا یا بحضور نواب گورنر جنرل بہادر پیش کیا وہ بطور استغاثہ تصور کیا گیا نہ بطور استحقاق مداخلت تجاویز گورمنٹ میں اور اسی لئے کچھہ فائدہ حاصل نہوا۔ اب ضرور ہوا کہ کوئی اور شخص حالات رعایا کی اطلاع گورمنٹ میں کرے۔ وہ اطلاع منحصر تھی حکام معتمد اضلاع کی رپورٹ پر۔ وہ خود اس سے ناواقف تھے اور کوئی راہ نہ تھی ان کو اطلاع حاصل ہونے کو۔ اور ان کی عدم توجہی اس باب میں اور ان کی نازک مزاجی ایک مشہور بات ہے۔ ان کے رعب سے سب ڈرتے تھے۔ کسی کو سچی بات علی‌الخصوص وہ کہ مخالف طبع اور مزاج حاکموں کے ہوتی تھی کہنے کا مقدور نہ تھا۔ ہرشخص ملازم اور درباری رئیس سب ڈر کے مارے خوشامد کی بات کہتے تھے اور ہماری گورمنٹ توعیہ ہے، ان باتوں سے گورمنٹ شخصیہ کی صورت

حکام اضلاع حالات رعایا سے مطلق واقف نہ تھے—

پیدا کی تھی۔ پھر یہ طریقہ اطلاع حالات رعایا کا بذریعہ حکام اضلاع ناکافی ہی نہ تھا بلکہ درحقیقت معدوم تھا اس لئے حالات رعایا کے ہمیشہ ہماری گورمنٹ سے مخفی رہے۔ جو نیا قانون گورمنٹ سے جاری ہوا اس سے جو مضرت رعایا کے حال اور رفاہ اور فلاح کو پہنچی اس کا رفع کرنے والا اور اس کی خبر دینے والا کوئی نہ تھا۔ اس قسم کے امور میں کوئی غم خوار رعایا کا نہ تھا، بجز ان کے لہو کے جو جل جل کر ان کے بدن میں رہتا تھا اور بجز ان کی بیکسی کے جس پر وہ آپ رو کر چپ رہتے تھے —

مفلسی ہندوستان علی‌الخصوص مسلمانوں کی، نوکریاں بہت قلیل ہیں، روزگار پیشہ جو قاطبتاً مسلمان تھے بہت تنگ تھے—

مفلسی اور تنگی معاش ہندوستان کی رعایا کو ہماری گورمنٹ کی حکومت میں کیوں نہ ہوتی سب سے بڑی معاش رعایائے ہندوستان کی نوکری تھی اور یہ ایک پیشہ گنا جاتا تھا۔ اگرچہ ہر ایک قوم کے لوگ روزگار نہ ہونے کے شاکی تھے مگر یہ شکایت سب سے زیادہ مسلمانوں کو تھی۔ غور کرنا چاہئے کہ ہندو جو اصلی باشندے اس ملک کے ہین زمانہ سلف میں ان میں سے کوئی شخص روزگار پیشہ نہ تھا بلکہ سب لوگ ملکی کاروبار میں مصروف تھے۔ برہمن کو روزگار سے کچھ علاقہ نہ تھا۔ بیش برن جو کہلاتے ہین وہ ہمیشہ بیوپار اور مہاجنی میں مصروف تھے۔ چھتری جو اس ملک کے کسی زمانہ میں حاکم بھی تھے پرانی تاریخوں سے ثابت ہے کہ وہ بھی روزگار پیشہ نہ تھے بلکہ زمین سے اور ایک ایک ٹکڑہ زمین کی حکومت سے بطور بھیا چارہ علاقہ رکھتے تھے۔ سپاہ ان کی ملازم نہ تھی بلکہ بطور بھائی بندی کے وقت پر جمع ہو کر لشکر آراستہ ہوتا تھا۔ جیسا کہ کچھ تھوڑا سا نمونہ روس کی مملکت میں پایا جاتا ہے۔ البتہ قوم کایت اس ملک میں قدیم سے روزگار پیشہ دکھلائی دیتے ہین۔ مسلمان اس ملک کے رہنے والے نہین ہین۔ اگلے بادشاہوں کے ساتھہ بوسیلہ روزگار کے ہندوستان میں آئے اور یہان توطن اختیار کیا اس لئے سب کے سب روزگار پیشہ تھے اور کمی روزگار سے ان کو زیادہ تر شکایت بہ نسبت اصلی باشندوں اس ملک کے تھی۔ عزت دار سپاہ کا روزگار جو یہان کی جاہل رعایا کے مزاج سے زیادہ تر مناسبت رکھتا ہے ہماری گورمنٹ میں کم تھا سرکاری فوج جو غالباً مرکب تھی تلنگوں سے اس میں اشراف لوگ نوکری کرنی معیوب سمجھتے تھے۔ سواروں میں البتہ اشرافوں کی نوکری باقی تھی مگر وہ تعداد میں اس قدر قلیل تھی کہ اگلی سپاہ سوار سے اس کو کچھ بھی نسبت نہ تھی۔ علاوہ سرکاری نوکری کے اگلے عہد کے صوبہ داروں اور سرداروں اور امیروں کے نیچ کے نوکر ہوتے تھے کہ ان کی تعداد بھی کچھ کم خیال

کرنی نہیں چاہئے۔اب یہ بات ہماری گورمنٹ میں نہیں ہے۔ اس سبب سے حد سے زیادہ قلت روزگار تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب باغیون نے لوگون کو نوکر رکھنا چاہا ہزار ہا آدمی نوکری کو جمع ہوگئے اور جیسے بھوکا آدمی قحط کے دنون میں اناج پر گرتا ہے اسی طرح یہ لوگ نوکریون پر جا گرے —

اس مفلسی کے سبب لوگون کا ایک آنہ اور ڈیڑھ آنہ یومیہ یا سیر بھر اناج پر باغیون کی نوکری اختیار کرنا —

شعر

ملحد گرسنہ درخانہ خالی بر خوان

عقل باور نکند کز رمضان اندیشد

بہت سے آدمی صرف آنہ ڈیڑھ آنہ یومیہ پر نوکر ہوئے تھے اور بہت سے آدمی بعوض یومیہ کے سیر ڈیڑھ سیر اناج پاتے تھے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان کی رعایا جیسی نوکری کی خواہش مند تھی ویسے ہی مفلسی اور ناداری سے محتاج اور تنگ تھی —

خیراتی پینشن اور انعام بند ہونے سے ہندوستان کا زیادہ محتاج ہونا —

ایک اور راہ تھی اگلی عملداریون میں آسودگی رعایا کی یعنی جاگیر روزینہ انعام اکرام۔ جب شاہ جہان تخت پر بیٹھا تو صرف بروز تخت نشینی چار لاکھ بیگہ زمین اور ایک سو بیس گاؤن جاگیر میں اور لاکھون روپیہ انعام میں دئے۔ یہ بات ہماری گورمنٹ میں یک قلم مسدود تھی بلکہ پہلی جاگیریں بھی ضبط ہوگئین تھین، جس ضبطی کے سبب ہزار ہا آدمی نان شبینہ کو محتاج ہوگئے تھے۔ زمینداروں و کاشکارون کی مفلسی کا حال ہم پہلے بیان کرچکے۔ اھل حرفہ کا روزگار بسبب جاری اور رائج ہونے اشیائے تجارت ولایت کے بالکل جاتا رہا تھا یہان تک کہ ہندوستان میں کوئی سوئی بنانے والے اور دیا سلائی بنانے والے کو بھی نہین پوچھتا تھا۔جولاہون کا تار تو بالکل ٹوٹ گیا تھا، جو بد ذات سب سے زیادہ اس ہنگامہ میں گرم جوش تھے خدا کے فضل سے جب کہ ہندوستان بھی سلطنت گریٹ برٹن میں داخل تھا تو سرکار کو رعایا کی اس تنگی حال پر توجہہ کرنی اور ان کے ان روحانی غم اور دلی رنجشون کے مٹانے میں سعی کرنا ضرور تھی—

کمپنی نوٹ سے ملک کی زیر باری —

کمپنی نوٹ سے ایک نئی طرح کی زیرباری ملک کو ہوئی تھی جو کسی پہلی عملداری میں اس کی نظیر نہین ہے۔ جتنا روپیہ قرض لیا جاتا تھا اس کے سود کے وصول کرنیکی تدبیر بلکہ سود اور اخراجات اور انتفاع کے وصول کرنے کی تدبیر ملک سے ہوتی تھی۔ غرض کہ ہر طرح سے ملک مفلس اور محتاج ہوگیا۔ اگلے خاندان جن کو ہزارون کا مقدور تھا معاش سے بھی تنگ تھے۔ اور یہ ایک اصلی سبب ناراضی رعایا کا گورمنٹ سے تھا۔ لوگون کے دل جو تبدیل عملداری کو چاہتے تھے اور نئی عملداری کے راغب اور دل سے اس سے خوش تھے میں سچ کہتا ہون کہ اسی سبب سے تھے۔ ہم سچ کہتے ہین اور پھر ہم سچ کہتے ہین کہ ہم بہت سچ کہتے ہین کہ جب افغانستان سرکار نے فتح کیا لوگون کو بڑا غم ہوا۔ کیا سبب تھا ، صرف یہ تھا کہ اب مذہب پر علانیہ دست اندازی ہوگی۔ جب گوالیار فتح ہوا پنجاب فتح ہوا "اودھ لیا گیا، لوگون کو کمال رنج ہوا۔ کیون ہوا اس لئے کہ انکے پاس کی ہندوستانی عملداریون سے ہندوستانیون کو بہت آسودگی تھی، نوکریان اکثر ہاتھہ آتی تھین، ہر قسم کی ہندوستانی اشیا" کی تجارت بکثرت تھی ان عملداریون کے خراب ہونے سے زیادہ افلاس اور محتاجی ہوتی تھی۔ ہماری گورمنٹ کی عملداری میں خوبیان اور بھلائیان بھی حد سے زیادہ تھین میں سب پر عیب نہین لگاتا بقول شخصے — شعر

صرف کمپنی کے سبب سے رعایا کا تبدل عملداری چاہنا —

عیب می جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

نفی حکمت مکن از بہر دل عامے چند

امن اور آسائش اور آزادی، رستون کا صاف ہونا، ڈاکوؤن اور رہزنون کا نیست و نابود ہونا، سڑکون کا آراستہ ہونا، مسافرون کی آسائش بیوپاریون کا مال دور دور پہنچنا، غریب اعلی ادنی کے خطوط کا دور دوست ملکون میں برابر پہنچنا، خونریزی اور خانہ جنگی کا بند ہونا، زبردست سے زبردست کا زور اٹھنا اور اسی قسم کی بہت سی باتین ایسی اچھی ہین کہ کسی عملداری میں نہ ہوئی ہین نہ ہون گی۔ مگر غور کرو کہ ان باتون سے وہ مصیبت جسکا ہم ذکر کرتے ہین نہین جاتی۔ ایک اور بات دیکھو کہ یہ نفع عملداری کا جو مذکور ہوا کن لوگون کو زیادہ تھا ، اول عورتون کو کہ سب طرح سے آسائش میں تھین۔ خانہ جنگی میں اولاد کا مارا جانا، ٹھگون کے ہاتھہ سے لٹنا، عاملون کے ہاتھہ سے خاوندون اور بچون کا محفوظ

نه رهنا اور هزار ها طرح کے مصائب سے محفوظ تهین۔ پهر دیکهه لو که کس قدر خیر خواه اور مداح سرکار کی عملداری کی تهین۔ مهاجن اور تجارت پیشه لوگ بهت آسائش سے تهے پهر ان میں سے کوئی بهی بد خواه نه تها۔ حاصل یه که جن لوگون کو عملداری سرکار سے نقصان نہین پهنچا تها ان میں سے کوئی بد خواه نہین هوا ـ

اصـــل چهارم

چهارم نه کرنا ان باتون کا جن کا کرنا گورمنٹ پر واجب تها ـ

ترک هونا ان امور کا هماری گورمنٹ کی طرف سے جن کا بجا لانا هماری گورمنٹ پر هندوستان کی حکومت کے لئے واجب اور لازم تها ـ

محبت اور اتحـــاد هندوستانیون سے نکرنا ـ

جو مراتب که هم اس مقام پر لکهتے هین گو وه همارے بعض حکام کے ناگوار طبع هون مگر همکو سچ لکهنا اور دل کهول کر کہنا ضرور هے۔ یه وه بات هم کہتے هین که جس سے جنگلی وحشی جانور دام میں آتے هین، درندے رام هوتے هیں، انسان کی تو کیا حقیقت هے کیا لارڈ بیکنز ایسز کافی نہین که هم اس مقام پر دوستی اور محبت اور ربط اور اتحاد کے فائدے بیان کرین۔ هان اتنی بات بیان کرنی ضرور هے که آپس کی محبت اور همسایه کی دوستی سے گورمنٹ اور رعایا کی محبت بهت بڑهکر هے۔ دوست کو ایک شخص سے دوستی کرنی پڑتی هے اور گورمنٹ کو اپنی تمام رعایا سے۔ محب اور محبوب صرف دو شخص هوتے هین اور دلی ارتباط سے ایک گنے جاتے هین۔ گورمنٹ کو تمام رعایا سے ایسا ارتباط پیدا کرنا پڑتا هے که رعیت اور گورمنٹ سب ملکر ایک تن هوجائین —شعر—

رعیت چو بیخ ست سلطان درخت
درخت اے پسر باشد از بیخ سخت

کیا یه بات هندوستان میں هماری گورمنٹ سے نہین هوسکتی تهی۔ کیون نه هوسکتی تهی۔ اس لئے که هم کو دن رات تجربه هوتا هے که دو غیر ملک اور مختلف مذهب کے آدمیون میں دلی اتحاد هوتا هے اس صورت میں که وه اتحاد کرنا چاهین۔ اور یه بهی دیکهتے هین که دو هم قوم اور هم مذهب اور هم وطن آدمیون میں کمال دشمنی اور عداوت هوتی هے۔ اس سے ثابت هے که محبت اور اتحاد اور دوستی هونے کو اتحاد مذهب اور هم وطن اور هم قوم هونا ضرور نہین۔ کیا پال مقدس کی یه نصیحت حکمت آمیز نہین هے که جیسے هم تم سے محبت کرتے هین ویسا هی خداوند تمهاری محبت آپس میں دوسرون کے ساتهه بڑهنے اور زیاده هونے

پال کا خط ١ باب ٣ درس ١٢ —

دیوے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ صرف پڑوسیون اور ہم قومون سے بلکہ سب سے یہان تک کہ دشمنون سے سچی محبت ہو اور وہ محبت اور مہربانی بڑھتی جائے۔ اور کیا مسیح مقدس کا یہ قول دل کو تسلی دینے والا نہین ہے کہ جو کچھہ تم چاھتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھہ کرین ویسا ہی تم بھی ان سے کرو کیونکہ توریت اور نبیون کی کتاب کا خلاصہ یہی ہے۔ مراد مسیح مقدس کی اس نصیحت سے محبت ہے۔ غرض کہ کوئی عقلمند اس سے انکار نہین کرسکتا کہ محبت اور اتحاد بہت عمدہ چیز ہے اور بہت اچھے اچھے نتیجے دیتی ہے اور بہت سی برائیون کو روکتی ہے آج تک ہماری گورمنٹ نے یہ محبت ہندوستان کی رعایا کے ساتھہ پیدا نہین کی۔

متی باب ۷ درس ۱۲

یہ بھی ایک عام قاعدہ محبت کا جبلت انسانی بلکہ حیوانی مین بھی قدرتی پیدا کیا گیا ہے کہ اعلی کی طرف سے ادنی کی طرف محبت چلتی ہے۔ باپ کی محبت اپنے بیٹے کی طرف پہلے اس سے شروع ہوتی ہے کہ بیٹے کو باپ سے۔ اسی طرح مرد کی محبت اپنی عورت کی طرف عورت کی محبت سے جو مرد کی طرف ہے مقدم ہے۔ اسی بنا پر یہ بات ہے کہ ادنی جو اعلی سے محبت شروع کرے وہ خوشامد گنی جاتی ہے نہ محبت۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری گورمنٹ کو اول چاھئے تھا کہ رعایا کے ساتھہ محبت اور اتحاد کرنے مین تقدم کرتی۔ پھر محبت کا یہ قاعدہ جو ہزارھا تجربہ سے حاصل ہوا ہے کہ خواہ مخواہ محبت دوسرے کے دل مین اثر کرتی ہے اور اپنی طرف کھینچ لاتی ہے رعایا کے دل مین اثر کرتی اور رعایا اس سے زیادہ ہماری گورمنٹ کی محب بلکہ فریفتہ ہوجاتی — شعر —

عشق آن خانمـــان خــرابی هست	که تــرا آورد بخـــانهٔ ما

مگر افسوس کہ ہماری گورمنٹ نے ایسا نہین کیا —

اگر ہماری گورمنٹ دعوی کرے کہ یہ بات غلط ہے ہم نے ایسا نہین کیا بلکہ محبت کی اور نیکی کا بدلا بدی پائی تو اس کا انصاف ہم خود گورمنٹ کے سپرد کرین گے۔ اگر یہ بات یون ہوتی تو رعایا کو بلا شبہ ہماری گورمنٹ کی محبت سے زیادہ محبت ہوتی۔ بیشک محبت ایک دل کی چیز ہے جو کہنے سے اور بنانے نہین بنتی۔ ظاہر مین بھی اگرچہ اس کے آثار پائے جاتے ہین الا سچ یہ ہے کہ نہ وہ بیان ہوسکتی ہے اور نہ نشان دی جاسکتی ہے مگر دل اسکو خوب جانتا ہے بلکہ اس کے ہاتھہ مین ایک ایسی سچی ترازو ہے کہ وہ کمی

بیشی کو بھی پہچانتا ہے — شعر —

دل راز دل رهی ست درین گنبد سپهر	از سوئے کینه کینه و از سوئے مهر مهر

ہماری گورمنٹ نے اپنے آپ کو آج تک ہندوستانیون سے ایسا الگ اور انمیل رکھا ہے جیسے آک اور سوکھی گھانس۔ ہماری گورمنٹ اور ہندوستانی پتھر کے دو ٹکڑے ہین سفید اور کالے کہ الگ الگ پہچانے جاتے ہین اور پھر ان دونون مین ایک فاصلہ ہے کہ دن بدن زیادہ ہوتا جاتا ہے حالانکہ ہماری گورمنٹ کو ہندوستان کی رعایا کے ساتھہ ایسا ہونا چاھئے جیسے ابری کا پتھر کہ باوجود دو رنگ کے ایک ہوتا ہے، سفید رنگ مین سیاہ خال بہت خوبصورت معلوم ہوتے ہین اور سیاہی مین سفیدی عجیب بہار دکھلاتی ہے —

پطرس خط ۲ باب ۱ درس ۷

ہم ناانصافی کی بات نہین کہتے ہماری گورمنٹ کو بلا شبہ عیسائیون کے ساتھہ ایک خاص محبت دینداری کی رکھنی چاھئے مگر ہم اپنی گورمنٹ سے رعایائے ہندوستان پر وہ برادرانہ محبت اور برادرانہ محبت پر وہ الفت چاھتے ہین جس کی نصیحت پطرس مقدس نے کی ہے۔ اب غور کرو کہ ہمارے حکام اور ہندوستانیون کا خون ایک نہ تھا، مذہب ایک نہ تھا، رسم و رواج ایک نہ تھا، دلی رضا مندی رعایا کو نہ تھی، آپس مین محبت اور اتحاد نہ تھا، پھر کس بات پر ہمارے حکام ہندوستان سے وفاداری کی توقع رکھتے تھے —

پچھلی عملداریون مین جب تک ہندوستانیون سے محبت ہوئی آسائش ہوئی —

ہندوستان کی پچھلی سلطنتون کا حال دیکھو۔ اول ہندوستان پر مسلمانون نے فتح پائی، ترکون اور پٹھانون کی سلطنت مین ہندوستان کی رعایا سے محبت اور میل جول ہوا جب تک آسائش اور آسودگی سلطنت نے صورت نہ پکڑی۔ مغلیہ کی سلطنت مین اکبر اول کے عہد سے ملاپ بخوبی شروع ہوا اور شاھجہان کے وقت تک بدستور رہا۔ باوجودیکہ اس زمانہ مین بھی رعایا کو بے نظمی اصول سلطنت کے سبب تکلیفین پہنچی تھین مگر وہ زخم مندمل ہوجاتا تھا اس برادرانہ محبت سے جو آپس مین تھی۔ سنہ ۱۶۷۹ ع مین یعنی عالمگیر کے عہد مین یہ محبت ٹوٹ گئی اور بسبب مقابلہ اور سرکشی قوم ہنود کے مثل سیواجی مرہٹہ وغیرہ کے عالمگیر جملہ قوم ہنود سے

ناراض ہوا اور اپنے صوبہ داروں کے نام حکم بھیجے کہ جملہ قوم ہنود کے ساتھہ سخت گیری پیش آئے اور ہر ایک سے جزیہ لے۔ پھر جو نفرت اور ناراضی رعایا کو ہوئی وہ ظاہر ہے۔غرض کہ ہماری گورمنٹ نے سو برس کی عملداری میں بھی رعایا سے محبت اور الفت پیدا نہ کی۔—

ہندوستانیوں کی بے توقیری—

اس بات سے تو کوئی انکار نہین کرسکتا کہ رعایا کو با عزت رکھنا اور ان کی تالیف کرنی یعنی ان کے دلون کو ہاتھہ میں رکھنا بہت بڑا سبب ہے پانداری گورمنٹ کا۔ تھوڑا ملے اور آدمی کی عزت ہو تو وہ بہت زیادہ خوش ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ بہت ملے اور تھوڑی عزت ہو۔ بیعزتی کرنی کسی کی ایسی بد چیز ہے کہ دل کو دکھاتی ہے۔ یہی چیز ہے کہ بغیر ظاہری نقصان پہنچانے عداوت کرتی ہے اور اس کا ایسا گہرا زخم ہوتا ہے کہ کبھی نہین بھرتا — شعر

جراحات السنان لہا التیام		ولا یلتام ما جرح اللسان

تالیف کی خاصیت اس کے بر خلاف ہے ۔ یہ وہ چیز ہے کہ اس سے دشمن دوست ہوتا ہے اور دوستون کی محبت زیادہ ہوتی ہے، بیگانہ یگانہ ہوتا ہے۔ یہی چیز ہے کہ جس سے وحشی جنگل کے جانور چرند و پرند تابعدار ہوتے ہین۔ پھر اگر رعایا کے ساتھہ ہوتو وہ کس قدر مطیع اور فرمان بردار ہون گے۔ابتداے عملداری میں یہ چیز تھی کہ جس نے سب کے دلون کو ہماری گورمنٹ کی طرف کھینچ لیا تھا، ایک دلی اطاعت پیدا کردی تھی۔ بیشک ہماری گورمنٹ ان باتون کو بھول گئی۔ بلا شبہ تمام رعایا ہندوستان کی اس بات کی شاکی ہے کہ ہماری گورمنٹ نے ان کو نہایت بے قدر اور بے وقر کردیا ہے۔ ہندوستان کے اشراف آدمی کی ایک چھوٹے سے یوروپین کے سامنے ایسی بھی قدر نہین ہے جیسی کہ ایک چھوٹے یوروپین کی ایک بہت بڑے ڈیوک کے سامنے۔ یون تصور کیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں کوئی جنٹل مین نہین ہے —

حکام اضلاع کی سخت مزاجی اور بدزبانی—

یہ سب باتین یعنی محبت اور الفت اور عزت اور تالیف رعایا کی گورمنٹ کی طرف سے ظاہر ہوتی ہے بوسیلہ ان حکام معتمد کے جو ہماری گورمنٹ کی طرف سے ہندوستان میں کار پردازی اور رعایا سے معاملہ اور میل جول اور ملاقات رکھتے ہین۔ گورمنٹ کا ارادہ کیسا ہی

نیک ہو وہ کبھی ظاہر نہ ہوگا جب تک کہ یہ لوگ اس کے ظاہر کرنے پر کمر نہ باندھین۔ اگلے حکام معتمد کے عادات اور روش اور اخلاق بہت برخلاف تھے حال کے حکام معتمد سے۔ وہ پہلے لوگ بہت عزت کرتے تھے، ہندوستانیون کی ہر طرح سے خاطر داری کرتے تھے، ان کے دلون کو اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے، دوستانہ ان کے رنج و راحت کے شریک ہوتے تھے۔ باوجودیکہ وہ بہت بڑی سرداری اور حکومت ہندوستان میں رکھتے تھے اور تحشم اور رعب اور دبدبہ جو شایان حکومت ہے وہ بھی ہاتھ سے نہ دیتے تھے۔ پھر ایسی محبت اور عزت ہندوستانیون کی کرتے تھے کہ ہر ایک شخص مل کر ان کے اخلاق اور ان کی محبت کا فریفتہ ہو جاتا تھا اور تعجب سے کہتا تھا کہ یہ کیسے اچھے لوگ ہین، باوجود اس حشمت و شوکت اور حکومت کے بے غرور ہین اور کس طرح اخلاق سے ملتے ہین۔ ہندوستان میں جو لوگ بزرگ گنے جاتے تھے ان سے اسی طرح پیش آتے تھے۔ بیشک ان لوگون نے پطرس مقدس

پطرس خط ۱ باب ۱ درس ۷

کی پیروی کی تھی اور برادرانہ محبت اور برادرانہ محبت پر الفت بڑھائی تھی۔ حال میں جو حکام معتمد ہیں ان میں سے اکثرون کی طبیعتیں اس کے برعکس ہین۔ کیا ان کے غرور اور تکبر نے تمام ہندوستانیون کو ان کی آنکھون میں ناچیز نہین کردیا ہے۔ کیا ان کی بد مزاجی اور بے پروائی نے ہندوستانیون کے دل میں بیجا دہشت نہین ڈالی ہے۔ کیا ہماری گورمنٹ کو نہین معلوم ہے کہ بڑے سے بڑا ذی‌عزت ہندوستانی حکام سے لرزان اور بےعزتی کے خوف سے ترسان نہ تھا۔ اور کیا یہ بات چھپی ہوئی ہے کہ ایک اشراف اہلکار صاحب کے سامنے مثل بڑہ رہا ہے اور ہاتھ جوڑ جوڑ کر باتین کررہا ہے اور صاحب کی بد مزاجی اور سخت کلامی بلکہ دشنام دہی سے دل میں روتا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے افسوس روٹی کہین نہین ملتی، اس نوکری سے تو گھانس کھودنی بہتر ہے۔ میں سب حکام پر الزام نہین لگاتا۔ بیشک ایسے بھی حکام ہین کہ ان کی محبت اور ان کے اخلاق اور اوصاف سب میں مشہور ہین اور تمام ہندوستانی ان کو چاند اور سورج کی طرح پہچانتے ہین اور ان کو اگلے حکام کا نمونہ سمجھتے ہین اور حقیقت میں وہ اسی نصیحت پر چلتے ہین جو مسیح مقدس نے شمعون مقدس اور اندریا کو فرمائی تھی جبکہ وہ دریا میں مچھلیون کے شکار کو جال ڈالتے تھے کہ میرے پیچھے چلے آؤ، میں تم کو آدمیون کا شکار کرنیوالا بناؤن گا۔ انہون نے اپنی نیک خصلت سے رعایا کو اپنی محبت کے جال میں کھینچ لیا ہے۔ ان حاکمون نے اپنی حکومت کا رعب بھی رکھا ہے اور پھر بیجا غرور بھی رعایا کے ساتھہ نہین کیا اور وہی مبارکی حاصل کی جو مسیح مقدس نے فرمائی تھی۔ مبارک وے ہین جو دل میں بے غرور ہین اس لئے کہ آسمان کی بادشاہت ان ہی کی ہے۔ ان حاکمون نے اپنا حلم انصاف والا رعایا کو جتایا اور زمین پر حکومت کی۔

جیسا کہ یسوع مقدس نے فرمایا تھا مبارک وہ ہین جو حلیم ہین اس لئے کہ زمین کے وارث ہونگے۔ ان حاکمون نے اپنی روشنی عیسیٰ مسیح کے قول کے بموجب اسی طرح رعایا کو دکھلائی کہ تمہاری روشنی آدمیون کے سامنے ویسی ہی چمکے تاکہ وہ تمہارے نیک کامون کو دیکھ کر تمہارے باپ کا جو آسمان پر ہے شکر کرین۔ اس قسم کے حاکم اگرچہ کم تھے مگر جہان تھے عزیز تھے –

مسلمانون کو یہ باتین زیادہ ناگوار تھین اور اس کا سبب –

اس مین بھی کچھہ شک نہین کہ یہ باتین ہر ایک قوم کے لوگون کو ناگوار تھین مگر مسلمانون کو زیادہ گران گزرتی تھین مگر اس کا سبب بہت روشن ہے کہ صدہا سال سے مسلمان ہندوستان مین بھی باعزت چلے آتے ہین – ان کی طبیعت اور جبلت مین ایک غیرت ہے – دل مین لالچ روپیہ کی بہت کم ہے، کسی لالچ سے عزت کا جانا نہین چاہتے – بہت تجربہ ہوا ہوگا کہ اور قوم مین جو باتین بغیر رنج کے اٹھا لیتے ہین مسلمانون کو اس سے بھی ادنیٰ بات کا اٹھانا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ ہم نے مانا کہ مسلمانون مین یہ خصلتین بہت بری ہی سہی مگر مجبوری ہے۔ خدا نے جو طبیعت بنائی ہے وہ بدلی نہین جاتی – اس مین مسلمانون کی بدبختی سہی مگر کچھہ قصور نہین۔ یہی رنج تھے جن کے باعث تبدیل عملداری کو دل چاہتا تھا۔ سرکار کے برخلاف خبرین سنکر دل خوش ہوتا تھا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ہماری گورنمنٹ کو مسلمانون کی بھلائی سے اغماض نہ تھا ان کی لیاقت اور تعلیم ان کا ادب سب پیش نظر تھا مگر یہ لوگ اس سے بیخبر تھے اور ہماری گورنمنٹ کا ارادہ اور دلی نیت حکام کے وسیلہ سے ظاہر نہین ہوتی تھی –

ہندوستانیون کی ترقی کا نہ ہونا اور لارڈ بنٹنک نے جو ترقی کی وہ کافی نہ تھی

اہل ہند علی الخصوص مسلمانون کی ناراضی کا بڑا سبب یہ تھا کہ اعلیٰ عہدہ جات پر ترقی بہت کم تھی – بہت ہی کم زمانہ گزرا ہے کہ یہ لوگ تمام ہندوستان مین معزز تھے، بڑے بڑے عہدے پاتے تھے ان کا عزم اور ان کا ارادہ اب بھی ویسا ہی تھا اسی طرح اپنی قدر و منزلت کی ترقی چاہتے تھے اور ظاہر مین کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ ابتدائے عملداری سرکار مین جو لوگ خاندانی اور معزز تھے وے منتخب ہو کر عہدے پاتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ بات نہ رہی۔ اس مین کچھ شک نہین کہ ان لوگون مین چندان لیاقت نہ تھی اس لئے امتحان کا قاعدہ ہماری رائے مین کسی طرح قابل الزام کے نہین اور نہ درحقیقت کسی کو رنج ہے۔ اس مین کچھ شک نہین کہ امتحان سے عمدہ اہلکار ہاتھہ آئے مگر ایسے ایسے لوگ ان معزز عہدون پر مقرر ہوگئے جو ہندوستانیون کی آنکھون مین نہایت بے قدر تھے۔ سارٹیفکٹ ملنے مین خاندانی اور ذی عزت

ہونے کا بہت کم لحاظ رہا۔ جس قدر ہندوستانیون کی ترقی لارڈ بنٹنک صاحب بہادر نے کی اس سے زیادہ پھر نہین ہوئی – کچھ شک نہین ہے کہ وہ بسبب قلت عہدہ جات کے نہایت ناکافی تھی۔ بڑے بڑے اعلیٰ حاکم اس بات کا اقرار کرتے ہین کہ جیسی ترقی ہندوستانیون کی چاہئے تھی ویسی نہین ہوئی –

بادشاہانہ دربار کا نہ ہونا

اہل ہند کو قدیم عادت تھی کہ اپنے بادشاہون کے دربار مین حاضر ہوتے تھے۔ بادشاہ کی شان اور شوکت اور تجمل اور تحشم دیکھکر خوش ہوتے تھے – ایک قاعدہ جبلت انسانی مین پڑا ہے کہ اپنے بادشاہ اور مالک سے ملکر دل خوش ہوتا ہے۔ یہ بات جانتا ہے کہ یہ ہمارا بادشاہ اور ہمارا مالک ہے۔ ہم اس کے تابع اور رعیت ہین۔ علی الخصوص اہل ہند کو قدیم سے اس کی عادت پڑی ہوئی تھی جو اب مدت سے نایاب تھی۔ نواب گورنر جنرل بہادر اگرچہ دورہ مین دربار کرتے تھے مگر ہندوستانیون کی مراد تک پورا نہ تھا۔

لارڈ آکلنڈ اور لارڈ النبرا صاحب بہادر نے جو دربار کئے وہ بہت مناسب تھے

لارڈ آکلنڈ اور لارڈ النبرا صاحب بہادر نے البتہ شاہانہ دربار کئے۔ شاید ولایت مین یہ طریقہ کچھ ناپسند ہوا ہو مگر حق یہ ہے کہ ہندوستان کے حالات کے نہایت مناسب تھا بلکہ اب بھی جیسا چاہئے تھا ویسا نہ ہوا تھا۔ خدا ہمیشہ ہماری ملکہ معظمہ وکٹوریہ کا محافظ ہے، خدا ہمیشہ ہمارے ناظم مملکت ہند نائب مناب ملکہ معظمہ اور گورنر جنرل بہادر ہندوستان کا محافظ ہے – ہم کو امید ہے کہ اب کوئی آرزو اہل ہند کی بے پوری ہوئے باقی نہ رہے گی –

سچ ہے کہ حقیقی بادشاہت خدا تعالیٰ کو ہے جس نے تمام عالم کو پیدا کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حقیقی سلطنت کا نمونہ دنیا مین بادشاہون کو پیدا کیا ہے تاکہ اس کے بندے اس نمونے سے اپنے حقیقی بادشاہ کو پہچان کر اس کا شکر ادا کرین – اس لئے بڑے بڑے حکیمون اور عقلمندون نے یہ بات ٹھہرائی ہے کہ جیسا کہ اس حقیقی بادشاہ کی خصلتین دادودہش اور بخشش اور مہربانی کی ہین اسی کا نمونہ ان مجازی بادشاہون مین بھی چاہئے۔ یہی بات ہے کہ جس کے سبب بڑے بڑے عقلمندون نے بادشاہون کو ظل اللہ ٹھہرایا۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جس طرح خداوند تعالیٰ کی بے انتہا بخشش اپنے تمام بندون کے ساتھہ ہے اسی طرح بادشاہون کی بخشش اور انعام اپنی ساری رعیت کے ساتھہ چاہئے۔ اگرچہ ابتدا مین یہ بات خیال مین آتی ہے کہ ذرا ذرا سی بات مین انعام و اکرام دینا بے فائدہ خزانہ خالی کرنا ہے – مگر یہ بات یون نہین بلکہ انعام و اکرام سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ رعیت کو اپنے بادشاہ کی محبت بڑھتی ہے۔ کلیہ قاعدہ ہے کہ الانسان عبدالاحسان۔ اس لئے تمام رعیت اپنے بادشاہ کا انعام و اکرام دیکھ کر خواہ نخواہ دلی محبت پیدا کرتی ہے

اور اچھی اچھی خدمت گزاریون اور خیر خواہیون کا حوصلہ رکھتی ہے۔ تاریخ کی کتابون سے ظاہر ہے کہ اگلی عملداریون میں یہ بات بہت رائج تھی۔ ہر ہر طرح سے انعام و اکرام رعایا کو اور سردارون کو ملتا تھا۔ بڑے بڑے قیمتی خلعت اور عمدہ عمدہ تحفہ اور نقد روپیہ اور زمین جاگیر انعام میں ملتی تھی۔ خاندانی آدمی خطاب پاتے تھے۔ ہم چشمون میں عزت پیدا کرتے تھے۔ ان کے دل میں بڑے بڑے حوصلے آتے تھے اور ہندوستان کی رعایا اس بات کو بہت پسند کرتی تھی۔ بلکہ صدھا سال سے اس کے عادی ہورہے تھے۔ ہماری گورنمنٹ نے یہ سلسلہ بالکل موقوف کردیا تھا، کسی شخص کو رعیت میں سے اس قسم کے ظاہری انعام و اکرام کی توقع نہین رہی تھی اور اسی باعث سے تبدل عملداری کو ان کا دل چاہتا تھا۔ یہان تک کہ جب کبھی آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کے ٹھیکہ ختم ہونے اور ملکہ معظمہ کی عملداری ہونے کی خبر سنتے تھے تو خوش ہوتے تھے۔ اگلے بادشاہون کے عہد میں انعام و اکرام دو قسم کا ہوتا تھا۔ ایک وہ جو بادشاہ اپنی عیاشی اور اپنی ناپسندیدہ خصلتون کے پالنے میں خرچ کرتا تھا۔ یہ بات درحقیقت ناپسندیدہ تھی اور ہندوستانی بھی اس کو ناپسند کرتے تھے، بلکہ پاجیون اور غیر مستحقون کے انعام سے ناراض ہوتے تھے۔ دوسری قسم کا انعام وہ تھا کہ جو بادشاہ اپنے خیر خواہ نوکرون اور فتح نصیب سردارون، اپنی رعیت کے علما اور صلحا اور فقرا اور شعرا اور خانہ نشینون اور بے رزقون کو دیتا تھا۔ اس قسم کے انعام کی سب خواہش رکھتے ہین اور اسی کے نہ ہونے سے ناراض ہین۔ گو ان باتون سے رعایا کم ہمت اور آرام طلب ہوجاتی ہے اور محنت کش اور قوت بازو سے روٹی کمانے والی نہین رہتی اس لئے بادشاہ کو اس قسم کے انعام سے قطع نظر کرکر دوسری قسم کا انعام یعنی آزادی دینا بہتر ہے تاکہ ان کو خود روٹی کمانے کی گنجائش ملے۔ یہ بات سچ ہے مگر یہ انعام اس وقت جاری ہوسکتا ہے جبکہ رعایا آسودہ اور تربیت یافتہ ہو نہ یہ کہ وحوش سیرتون کی ناک میں سے نکیل نکال کرکے آب و دانہ جنگل میں ہانک دین کہ خود دانہ و پانی ڈھونڈ لو۔ ان کا انجام کیا ہوگا بجز اس کے کہ یا مرجائیں گے یا وہی وحشیون کی سی حرکتین کرینگے جس سے ہماری مراد ہندوستان کی یہ سرکشی ہے —

جس قدر اصلی سرکشی ہندوستان میں ہوئی اس سے زیادہ دکھائی دی —

غصہ ایک ایسی چیز ہے کہ معاملات کی اصلیت کو آنکھ سے چھپا دیتا ہے، طبیعت انتقام اور سیاست کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ سچ ہے کہ جو وارداتین ہندوستان میں سنہ ۱۸۵۷ ع میں پیش آئین اسی لائق نہین کہ ہمارے حکام کو جس قدر غصہ آئے اور جس قدر انتقام اور سیاست کرین سب بجا ہے مگر ہندوستان کے حالات پر غور کرنا چاہئے کہ درحقیقت کس قدر سرکشی ہندوستان میں اصلی تھی اور کیون اس قدر بڑھ گئی اور کیون

اسقدر دکھائی دی اور بد نصیب مسلمان کیون زیادہ مفسد بعض اضلاع میں دکھائی دئے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ صدھا سال سے عملداری ہندوستان میں تزلزل تھا۔ رعایائے ہندوستان کو یہ موروثی عادت تھی کہ جب کوئی امیر یا سردار یا بادشاہزادہ قابو یافتہ ہوا اس کے ساتھہ ہزارون آدمی جمع ہوگئے۔ اس کی نوکری کو، اس کی طرف سے عاملی کو، اس کی طرف سے انتظام کو کسی طرح اپنا قصور نہین سمجھتے تھے۔ ہندوستان میں یہ ایک مثل مشہور ہے کہ نوکری پیشہ کا کیا قصور جسنے نوکر رکھا، تنخواہ دی اس کی نوکری کی۔ البتہ جب سردار اٹھایا جائے اور اس کی جگہ دوسرا سردار قائم ہو اسکی اطاعت نہ کرنے کو قصور سمجھتے تھے۔ ہندوستان کے امیرون اور سردارون کا علی الخصوص ان کا جو قبل عملداری سرکار کے ہندوستان پر متسلط تھے اور جس کے سبب ہندوستان طوائف الملوک ہورہا تھا یہی عادت تھی کہ ملازمین سیف اور قلم سے کسی طرح کی مزاحمت نہ کرتے تھے۔ وہی عادت تمام ہندوستان کے لوگون کو پڑی ہوئی تھی۔ جب ہندوستان میں مفسدون نے سر اٹھایا اور لوگون کو نوکر رکھنا چاہا ہزارہا آدمی جو روٹی سے محتاج اور نوکریون کے خواہشمند تھے جاکر نوکر ہوئے۔ یہ سب کہتے تھے کہ ہمارا کیا قصور ہے ہم تو نوکری پیشہ ہین۔ عام رعایا میں سے بہت سے لوگ اس اپنی قدیمی عادت سے کہ اب جو سردار ہے اس کی اطاعت کرین، ہم تو رعیت ہین، جو زبردست ہے اس کے تابع ہین، باغیون کے تابع ہوگئے۔ بہت سے اہلکاران سرکاری یہ سمجھے کہ باغیون سے ظاہر داری کرکر جان بچائین اور جب سرکار کا تسلط ہو پھر سرکار کے تابع ہون وہ بھی مجرم ہوگئے۔ حالانکہ کچھ شک کا مقام نہین ہے کہ وہ دل سے سرکار کے تابع تھے۔ اکثر لوگون اور اہلکارون سے دفعتاً مجبوری خواہ نادانی خواہ بمقتضائے بشریت کوئی بات ہوگئی انہون نے خیال کیا کہ اب ہمارے اس قصور اتفاقیہ یا مجبورانہ یا جاہلانہ سے سرکار درگزر نہیں کرنے کی اور سزا دے گی۔ اس خوف اور ڈر سے لاچار باغیون کے ساتھہ جا شامل ہوئے۔ بہت سے آدمیون نے درحقیقت کچھ نہین کیا تھا مگر بخوف اور بسبب اور خیالات چند درچند باغیون میں مل گئے۔ بہت لوگون نے اس زمانہ میں وہ باتین کین جن باتون کو وہ لوگ اپنے ذہن اور اپنی سمجھہ میں جرم مخالف سرکار نہین سمجھتے۔ اگر تمام ہندوستان کے حالات بغاوت پر نظر کی جائیگی تو ہم کو یقین ہے کہ دونون قومین جو ہندوستان میں بستی ہین برابر بلکہ ایک سے زیادہ ایک اور ایک سے زیادہ ایک اس فساد میں نظر پڑیں گے اور اس کے اثبات پر تمام حالات ہندوستان کے گواہ موجود ہین مگر جن اضلاع میں مسلمان زیادہ تر مفسد دکھائی دئے، اس کا سبب صرف یہی نہین خیال کرنا چاہئے کہ دلی کی سلطنت پر مسلمان بادشاہ نے دعوی کیا تھا اور درحقیقت مسلمان اس قدر مفسد ہوئے تھے جیسا کہ نظر پڑے۔

انہیں حکام کا مزاج دفعتاً ان باتوں سے جو ظاہر میں مسلمانوں سے ہوئیں ناراض ہوگیا۔ ان کے مخالفوں کو بڑی گنجائش ہوگئی۔ خود غرضانہ باتیں پیش کرنے کو تھوڑی بات کو بہت بڑھا کر کہا ادھر حکام کو زیادہ ناراضی ہوئی اور ادھر مسلمانوں کو زیادہ تر خوف اور مایوسی ہوئی اور اپنی تقدیر سے جتنے تھے اس سے زیادہ مفسد دکھائی دئے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ پانچویں قسم کی بغاوت مسلمانوں میں بہت تھی اور وہ تبدل عملداری کے خیال سے بہت خوش ہوتے تھے جسکا سبب ہر ایک مقام پر ہم بیان کرتے آئے ہیں۔ بااینہمہ ہماری گورمنٹ پر مخفی نہوگا کہ اس حال پر بھی جان بازی کی خیرخواہیاں اس ہنگامہ میں کس سے زیادہ ظہور میں آئی ہیں۔ خدا کے آگے جس کو حقیقی بادشاہت ہے اور دنیا کے بادشاہوں کے آگے جنکو مجازی سلطنت خداوند نے عطا کی ہے سب گنہگار ہیں۔ سچ فرمایا داؤد مقدس علیہ السلام نے کہ اے خداوند اپنے بندے سے حساب نہ لے کیونکہ کوئی جاندار تیرے حضور بیگناہ ٹھہر نہیں سکتا۔ اے خدا اپنے کامل کرم سے مجھ پر رحم کر اور اپنے رحموں کی فراوانی سے میرے گناہ مٹادے۔ مجھے میری برائی سے خوب دھو اور مجھے میرے گناہ سے پاک کر۔ آمین۔ خدا ہمیشہ ہماری ملکہ معظمہ وکٹوریا کا محافظ ہے۔ میں بیان نہیں کرسکتا خوبی اس پر رحم اشتہار کی جو ہماری ملکہ معظمہ نے جاری کیا۔ بیشک ہماری ملکہ معظمہ کے سر پر خدا کا ہاتھ ہے۔ بیشک یہ پر رحم اشتہار الہام سے جاری ہوا ہے

ملکہ معظمہ کا اشتہار نہایت قابل تعریف کے ہے بلکہ خدا کے الہام سے جاری ہوا ہے —

ہندوستان کا بہت قدیم قاعدہ چلا آیا ہے کہ جب دارالسلطنت پر کوئی بادشاہ خواہ ازروے استحقاق کے اور خواہ بغیر استحقاق کے قائم ہوا سب سردار ملکوں کے اس کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اس ہنگامہ میں بھی یہی ہوا کہ جب دلی کا بادشاہ تخت پر بیٹھا اور ملکوں میں خبر پہنچی کہ دلی کے بادشاہ نے تخت سنبھالا سب نے بادشاہ کی طرف رجوع کی۔ جبکہ دلی کا بادشاہ پکڑا گیا اور وہ دارالسلطنت ہماری گورمنٹ کے قبضہ میں آیا سب کو یقین تھا کہ جملہ مفسد جنہوں نے سر اٹھایا ہے اطاعت کریں گے۔ شاید فوج باغی کے لوگ رہ جاتے مگر یہ امر جو ظہور میں نہ آیا اس کا سبب لکھنا ہم اپنی اس رائے میں ضرور نہیں سمجھتے —

اصل پنجم

بد انتظامی اور بے اہتمامی فوج

پنجم بدانتظامی اور بے اہتمامی فوج —

ہماری گورمنٹ کا انتظام فوج ہمیشہ قابل اعتراض کے تھا۔ فوج انگلیشیہ کی کمی ہمیشہ اعتراض کی جگہ تھی جب کہ نادرشاہ نے خراسان پر فتح پائی اور ایران اور افغانستان دو مختلف ملک اس کے قبضہ میں آئے اس نے برابر کی دو فوجیں آراستہ کیں۔ ایک ایرانی قزلباشی، دوسری افغانی۔ جب ایرانی فوج کچھ عدول حکمی کا ارادہ کرتی تو افغانی اس کے دبانے کو موجود تھی اور جب افغانی فوج سرتابی کرتی تو قزلباشی اس کے تدارک کو موجود ہوتی۔

فوج انگلیشیہ کی کمی۔

ہماری گورمنٹ نے یہ کام ہندوستان میں نہیں کیا ہے۔ ہم نے مانا کہ ہندوستانی فوج سرکار کی بڑی تابعدار اور خیرخواہ اور جان نثار تھی مگر یہ کہاں سے عہد ہوگیا تھا کہ کبھی اس فوج کے خلاف مرضی حکم نہ ہوگا اور کسی حکم سے یہ فوج آزردہ خاطر نہ ہوگی۔ پھر درصورت ناراض ہوجانے اس فوج کے جیسا کہ ہوا کیا راہ رکھی تھی ہماری گورمنٹ نے جس سے اس تمردی کا رفع دفع فی الفور ہوسکتا —

مسلمانوں اور ہندوؤں کو مخلوط کرکے پلٹنوں میں نوکر رکھنا —

یہ بات سچ ہے کے ہماری گورمنٹ نے ہندو مسلمان دونوں قوموں کو جو آپس میں مخالف ہیں نوکر رکھا تھا مگر بسبب مخلوط ہو جانے ان دونوں قوموں کے ہر ایک پلٹن میں یہ تفرقہ نہ رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایک پلٹن کے جتنے نوکر ہیں ان میں بسبب ایک جا رہنے کے اور ایک لڑی میں مرتب ہونے کے آپس میں اتحاد اور ارتباط برادرانہ ہوجاتا تھا۔ ایک پلٹن کے سپاہی اپنے آپ کو اک برادری سمجھتے تھے۔ اور اسی سبب ہندو مسلمان کی تمیز نہ تھی۔ دونوں قومیں آپس میں اپنے آپ کو بھائی سمجھتی تھیں۔ اس پلٹن کے آدمی جو کچھ کرتے تھے سب اس میں شریک ہوجاتے تھے۔ ایک دوسرے کا حامی اور مددگار ہوجاتا تھا۔ اگر انہیں دونوں قوموں کی پلٹن اس طرح پر آراستہ ہوتیں کہ ایک پلٹن نری ہندوؤں کی ہوتی جس میں کوئی مسلمان نہ ہوتا اور

اگر مسلمانون کی جداگانہ پلٹن ہوتی تو شاید مسلمانون کو کارتوس کاٹنے میں عذر نہ ہوتا —

ایک پلٹن نری مسلمانون کی ہوتی جس میں کوئی ہندو نہ ہوتا تو یہ آپس کا اتحاد اور برادری نہ ہونے پاتی اور وہی تفرقہ قائم رہتا اور میں خیال کرتا ہون کہ شاید مسلمان پلٹنون کو کارتوس جدید کاٹنے میں بھی کچھہ عذر نہ ہوتا —

فوج انگلشیہ کے کم ہونے سے رعایا کو بھی جو کچھ خوف تھا وہ صرف ہندوستانی ہی فوج کا تھا۔ علاوہ اس کے ہندوستانی فوج کو بھی بے انتہا غرور تھا۔ وہ اپنے سوا کسی کو نہین دیکھتے تھے۔ فوج انگلشیہ کی کچھ حقیقت نہین سمجھتے تھے۔ تمام ہندوستان کی فتوحات صرف اپنی تلوار کے زور سے جانتے تھے۔ ان کا یہ قول تھا کہ برھما سے لیکر کابل تک

فوج ہندوستانی کا نہایت مغرور ہوجانا اور اس کے سبب —

ہم نے سرکار کو فتح کردیا ہے علی الخصوص پنجاب کے فتح کے بعد ہندوستانی فوج کا غرور بہت زیادہ ہوگیا تھا۔ اب ان کے غرور نے یہان تک نوبت پہنچائی کہ ادنی ادنی بات پر تکرار کرنے پر مستعد تھے۔ میں خیال کرتا ہون کہ فوج کے غرور اور تکبر کی یہان تک نوبت پہنچی تھی کہ کچھ عجب نہ تھا کہ وہ کوچ او مقام پر بھی تکرار کرنے لگتی —

ایسے وقت میں کہ جب فوج کا یہ حال تھا اور ان کے سر غرور اور تکبر سے بھرے ہوئے تھے اور دل میں یہ جانتے تھے کہ جس بات پر ہم اڑ جائیں گے اور تکرار کریں گے خواہ نخواہ سرکار کو ماننا پڑیگا، ان کو نئے کارتوس دئے گئے جس میں وہ یقین سمجھتے تھے کہ چربی کا میل ہے اور اس کے استعمال سے ہمارا دھرم جاتا رہے گا انہوں نے اس کے کاٹنے سے انکار کیا۔ جب بارکپور کی پلٹن اس جرم میں موقوف ہوگئی اور حکم سنایا گیا تو تمام فوج نہایت رنجیدہ ہوئی کیونکہ وہ یون سمجھتے تھے کہ بسبب تخلل مذہب کے بارکپور کی پلٹن کا کچھہ قصور نہ تھا وہ محض بے قصور اور سرکار کی نا انصافی سے موقوف ہوئی ہے۔ تمام فوج نہایت رنجیدہ تھی کہ ہم نے سرکار کے ساتھہ رفاقتیں کین، اپنے سر کٹائے سرکار کو ملک در ملک فتح کردئے اور سرکار ہمارے مذہب لینے کی درپے ہوئی اور واجبی بات پر موقوف کردیا۔ اس وقت کچھ فساد نہ ہوا کیونکہ فوج پر بجز موقوفی کے اور کچھ جبر نہ ہوا تھا مگر تمام فوج کے دل میں کچھ تو بسبب یقین ہونے چربی کارتوس میں اور کچھ بسبب رنج موقوفی پلٹن بارکپور کے اور سب سے زیادہ بسبب غرور اور

جنوری سنہ ۱۸۵۷ع کے بعد فوج میں صلاح اور پیغام ہونے کہ کارتوس نہ کاٹینگے —

خود بینی اور اس خیال سے کہ جو کچھ ہمین ہین مصمم ارادہ ہوگیا کہ ہم میں سے کوئی بھی کارتوس نہین کاٹنے کا، اس میں کچھ ہی ہو جائے۔ بلا شبہ بعد واقعہ بارکپور آپس میں فوجون کے خط و کتابت ہوئی۔ پیغام آئے کہ کارتوس جدید کوئی نہ کاٹے اب تک تمام فوج کے دل میں ناراضی اور غصہ تو ہے مگر میری رائے میں ابھی تک کچھ فساد ارادہ نہین —

میرٹھہ میں سزائے نامناسب کا ہونا اور بسبب رنج اور غرور کے فوج کی سرکشی کرنا —

دفعتاً تقدیر سے کمبخت مئی سنہ ۱۸۵۷ع کی آگئی۔ میرٹھ میں سپاہ کو بہت سخت سزا دی گئی جس کو ہر ایک عقلمند بہت برا اور نا پسند جانتا ہے۔ اس سزا کا رنج جو کچھہ فوج کے دل پر گزرا بیان سے باہر ہے۔ وہ اپنے تمغون کو یاد کرتے تھے اور بجائے اس کے بیڑیون اور ہتکڑیون کو پہنے ہوئے دیکھ کر روتے تھے۔ وہ اپنی وفاداریون کا خیال کرتے تھے اور پھر اس کے صلہ میں جو ان کو انعام ملا تھا دیکھتے تھے اور علاوہ اس کے ان کا بے انتہا غرور جو ان کے سر میں تھا اور جس کے سبب وہ اپنے تئین ایک بہت ہی بڑا سمجھتے تھے ان کو زیادہ رنج دیتا تھا۔ پھر سب فوج مقیم میرٹھہ کو یقین ہوگیا کہ ہم کو کارتوس کاٹنا پڑیگا یا یہی دن نصیب ہوگا۔ اسی رنج اور غصہ کی حالت میں دسوین مئی کو فوج سے وہ حرکت سرزد ہوئی کہ شاید اس کی نظیر بھی کسی تاریخ میں نہین ملنے کی اس فوج کو کیا چارہ رہا تھا اس حرکت کے بعد بجز اس کے کہ جہان تک ہوسکے مفسدے پورے کرے —

بعد فساد میرٹھ کے فوج کو گورمنٹ کا اعتبار نہ رہنا

جہان جہان فوج میں یہ خبر پہنچی تمام فوج زیادہ تر رنجیدہ ہوئی۔ میرٹھ کی فوج سے جو حرکت ہوئی تھی اس سے تمام ہندوستانی فوج نے یقین جان لیا تھا کہ اب سرکار کو ہندوستانی فوج کا اعتبار نہ رہا۔ سرکار وقت پا کر سب کو سزا دے گی اور اس سبب سے تمام فوج کو اپنے افسرون کے فعل اور قول کا اعتبار اور اعتماد نہ تھا۔ سب آپس میں کہتے تھے کہ اس وقت تو یہ ایسی باتین ہین، جب وقت نکل جائے گا تو یہ سب آنکھین بدل لیں گے۔ میں بہت معتبر بات کہتا ہون کہ دلی میں جو فوج باغی جمع تھی اس میں سے ہزارون آدمیون کو اس بیجا حرکت اور بے فائدہ بغاوت کا رنج تھا۔ وہ روتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری قسمت نے یہ کام ہم سے کرایا۔ پھر بہت افسوس سے کہتے تھے کہ اگر ہم نہ کرتے تو کیا ایک نہ ایک دن سرکار ہم کو تباہ کردیتی کیونکہ سرکار کو اب ہندوستانی

فوج پر اعتماد نہیں رہا تھا۔ وہ قابو کا وقت جب پاتے ہم کو تباہ کر دیتے۔ ابتدائے غدر میں جبکہ ھندن پر فوج کشی کا ارادہ ہوا ہے ھنوز فوج روانہ نہ ہوئی تھی کہ بعضے آدمیون کی صاف رائے تھی کہ جس وقت دلی پر فوج سے لڑائی شروع ہوئی بلا شبہ تمام ھندوستانی فوج بگڑجائے گی۔ چنانچہ یہی ہوا۔ سبب اس کا یہی تھا کہ فوج سے لڑائی شروع ہونے کے بعد ممکن نہ تھا کہ باقی فوج سرکار سے مطمئن رہتی۔ وہ ضرور سمجھتی تھی کہ جب ھمارے بھائی بندون کو مارلیں گے تب ھم پر متوجہ ہون گے۔ اس لئے سب نے فساد پر کمر باندھ لی اور بگڑ نے گئے۔ جن کے دل میں کچھ فساد نہ تھا وہ بھی بسبب شامل ہونے فوج کے اس جتھے سے الگ نہ ہو سکے۔ ھندوستانی رعایا جانتی تھی کہ سرکار کے پاس جو کچھ ہے وہ ھندوستانی فوج ہے۔ جب تمام فوج کا بگڑنا مشہور ہوگیا سب نے سر اٹھایا، عملداری کا ڈر دلون سے جاتا رہا اور سب جگہ فساد برپا ہوگیا —

پنجاب میں سر کشی نہ ہونے کے سبب —

اب ھماری اس رائے کو پنجاب کے حالات پر تولو۔ پنجاب کے مسلمان بہت ستم رسیدہ تھے۔ سکھون کے ھاتھ سے سرکاری عملداری سے ان کا چندان نقصان نہ ہوا تھا۔ سرکار نے پنجاب میں ابتدائے عملداری میں بہت تشدد کیا تھا اور اب دن بدن رفاہ کرتی جاتی تھی۔ بر خلاف ھندوستان کے یہان معاملہ برعکس تھا۔ ابتدائے عملداری میں تمام ملک کے ھتیار لے لئے گئے۔ کسی کو قابو فساد کا نہ رہا تھا اگرچہ وہ تمول سکھون کو جو پہلے تھا نہ رہا تھا مگر ان کا کمایا ہوا روپیہ جو ان کے پاس جمع تھا ابھی خرچ نہ ہوچکا تھا اور وہ مفلسی جو ھندوستان میں تھی وھان ابھی نہین آئی تھی۔ اس کے سوا تین سبب اور بہت قوی تھے جو پنجاب نہ بگڑا۔ اول یہ کہ فوج انگلشیہ وھان موجود تھی۔ دوسرے یہ کہ وھان کے حکام کی ھوشیاری سے دفعتاً بے خبری میں ھندوستانی فوج کے ھتیار لے لئے گئے۔ بسبب طغیانی اور کثرت سے واقع ہونے دریاؤن اور بند ہوجانے گھاٹون کے ھندوستانی فوج بے قابو ہوگئی۔ فوج کا فساد برپا نہ ہوسکا۔ تیسرے یہ کہ تمام سکھ اور پنجابی اور پٹھان جن سے احتمال فساد تھا سرکار میں نوکر ہوگئے اور لوٹ کا لالچ اس پر مزید تھا۔ جو بات رعایائے ھندوستان اور روزگار پیشہ کو باغیون کے ھان بمشکل اور بذلت حاصل ہوتی تھی وہ اہل پنجاب کو سرکار کے ھان بعزت و بلا ذلت نصیب تھی۔ پھر حالات پنجاب کے ھندوستان کے حالات کے بالکل مخالف تھے —

ترجمہ

چٹھی پادری ای ایڈمنڈ جس کا ذکر اس رسالہ میں ہوا ہے

بخدمت تعلیم یافتہ باشندگان ھند —

معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ اس مضمون پر سر گرمی کے ساتھ غور کیجائے کہ سب لوگون کو ایک ہی مذھب اختیار کرنا چاھئے یا نہین۔ ریلین، دخانی جہاز اور تاربرقی نہایت تیزی کے ساتھہ دنیا کی تمام قومون کو ملا رہی ھین۔ جسقدر زیادہ وہ قومین ملتی جاتی ھین اسی قدر زیادہ اس نتیجہ کا یقین ہوتا جاتا ہے کہ تمام لوگون کی ایک ہی حاجتین ھین، ایک ہی اندیشے اور ایک ہی امید و بیم ھین۔ اور یہ بات بھی بہت متیقن ہے کہ موت سب کے لئے اس سین کو ختم کردیتی ہے۔ تو پھر کیا ایسے وسائل نہین ھین جن سے زندگی کے رنج اور تفکرات کم ہوسکین اور جن سے تمام لوگون کو موت کے وقت آرام مل سکے۔ کیا یہ فرض کرلینا معقول ہے کہ ھر ایک قوم کو رجماً بالغیب محض قیاس کے ذریعہ سے اپنے واسطے راستہ نکالنا چاھئے؟ یا جس خدا نے سب کو بنایا ہے اس نے اپنے خاندان کے مختلف لوگون کے لئے موجودہ اور آئندہ خوشی حاصل کرنے کے واسطے مختلف طریقے مقرر کئے ھین۔؟ بیشک یہ بات نہین ہوسکتی ہے —

پس مذھب عیسوی ہی ایسا مذھب ہے جو خدا کے پاس سے براہ راست الہام کے ذریعہ سے آنے کا دعوی کرتا ہے۔ اور یہی ایسا مذھب ہے جس سے اس دنیا میں اور دوسری دنیا میں جس کا حال اس سے منکشف ہوتا ہے خوشی حاصل ہوسکتی ہے۔ دنیا کے کسی دوسرے مذھب سے اس مذھب کو ممتاز کرنے کے لئے اس میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ یہ انسان کے دل اور عقل سے اپیل کرتا ہے اور دنیا میں صرف یہی مذھب ہے جو محض دلیل کے زور سے پھیلا ہے۔ جو قومین اس مذھب پر اعتقاد رکھتی ھین سب سے زیادہ غور و خوض کرنے والی اور دنیا میں سب سے زیادہ شائستہ ھین۔ پس بہرکیف اس مذھب کو حق حاصل ہے کہ اس پر غور کی جائے —

چونکہ ھم نے خود اس بات سے نہایت ہی بڑی برکتین حاصل کی ھین اس لئے ھم چاھتے ھین کہ اور لوگون کو بھی ان کے حاصل کرنے کی ترغیب دی جائے اور

اس لئے یہ سنجیدہ اور سرگرم اپیل آپ سے کیا جاتا ہے کہ بطور خود آپ اس اہم مضمون کو امتحان کریں۔ اس مذہب کی تائید میں بیشمار دلیلیں ہیں مگر اس مضمون میں ان میں سے صرف ایک پر بحث کیجائیگی مگر وہ ایک اس امر کو مستحکم کرنے کے لئے بالکل کافی ہوگی —

ایک شخص یسوع نامی ملک یہودیہ کے ایک مقام بیت اللحم میں تقریباً ۱۱۰۹* برس گزرے پیدا ہوا تھا۔ وہ عالی خاندان اور دولت مند نہ تھا۔ لیکن اس نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ مجھ کو خدا نے بھیجا ہے تاکہ میں لوگوں کو وہی راستہ بتاؤں جو خدا کی طرف رہنمائی کرے گا۔ اس ملک میں تین سال وعظ کرتے پھرنے کے بعد سلطنت روما نے یہودی علماء کی درخواست پر اس کو مار ڈالا۔ یہاں تک سب مانتے ہیں۔ جس طرح جولیس سیزر کی موت ایک امر واقعی ہے اسی طرح یسوع کی موت بھی ایک امر واقعی ہے اور کسی شخص کو نہ ایک میں شبہ ہے نہ دوسرے میں۔ یہودی جو یسوع اور اس کی تعلیم کے سب سے بڑے دشمن ہیں اس پر فخر کرتے ہیں اور یہ سب سے بہتر شہادت ہے جس کی ہم خواہش کرسکتے تھے —

اس کے پیرو کہتے ہیں کہ وہ مر کر دوبارہ زندہ ہوا۔ یہ ایک بڑا واقعہ ہے جس پر تمام مذہب عیسوی منحصر ہے۔ اگر یہ سچا ہے تو انجیل بھی سچی ہے۔ کیونکہ کوئی شخص مر کر زندہ نہیں ہوسکتا۔ جب تک خدا کی مدد شامل حال نہ ہو۔ اور خدا اس شخص کو ہرگز مردہ سے زندہ نہ کرے گا جس کی زندگی اور تعلیم اس کو پسندیدہ نہ ہو۔ اگر یہ غلط ہے تو انجیل بھی غلط ہے —

ہم نہایت ادب اور سرگرمی سے آپ کو تاکید کرتے ہیں کہ آپ اپنی تمام توجہ اس مسئلہ پر مبذول فرمائیں کہ آیا یسوع زندہ ہوا یا نہیں۔ ہم کو اس امر پر گواہ لانے چاہئیں اور وہ حسب ذیل ہیں۔ پیٹر۔ جیمز۔ جان متھیو۔ متھیاس۔ تومس۔ جیوڈ۔ میری میگڈلین۔ کلیوفس اور پانسو اور جن کے نام اب معلوم نہیں ہیں۔ بہت سے ان میں سے خاص دوست تھے جو یسوع کی موت سے پہلے تین سال تک متواتر اس کے ساتھ رہے تھے، اس لئے وہ اس کی شناخت میں غلطی نہیں کرسکتے تھے۔ انہوں نے اس کی وفات سے پچاس دن کے اندر اندر

*اصل انگریزی چٹھی میں بھی ۱۱۰۹ لکھا ہے ظاہرا یہ چھاپہ کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ پادری ای ایلمنڈ کی چٹھی سنہ ۱۸۰۷ع میں شائع ہوئی تھی اور اس وقت عیسیٰ مسیح کی ولادت کے حساب سے یہی سنہ ہونا چاہئے تھا۔ ۱۲ منہ

اکر ظاہر کیا کہ وہ اسی جگہ اور انہی لوگوں میں جنہوں نے اس کو مغلوب کیا تھا دوبارہ پیدا ہوا۔

اگرچہ اس بات کے ظاہر کرنے میں ان کا کچھ فائدہ نہ تھا بلکہ ہر چیز کے کھو بیٹھنے کا خطرہ تھا یہاں تک کہ جانوں کے بھی ضایع ہونے کا احتمال تھا مگر اس پر بھی انہوں نے کئی ہزار آدمیوں کو اس بات کا یقین کرنے کی ترغیب دی کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں سچ ہے۔ یہاں تک کہ وہی لوگ جو اس کو نہیں مانتے تھے اور حقیر سمجھتے اور اس سے نفرت کرتے تھے اب اس کے نام کی عزت اور پرستش کرنے لگے —

جب تک وہ زندہ رہے نہ صرف یہودیہ میں بلکہ تمام سلطنت روما میں اس واقعہ کا ذکر کرتے رہے۔ بہت سے لوگوں نے اپنی صداقت کو اس طرح ثابت کیا کہ اس بات کے کہنے کے عوض میں اپنے لئے موت اور سخت اذیت گوارا کی جبکہ وہ صرف یہ کہہ کر چھوٹ سکتے تھے کہ یہ بات جھوٹ ہے۔ اگرچہ وہ جاہل اور ان پڑھ تھے مگر انہوں نے تمام سلطنت روما میں ہزاروں کو ایسی ترغیب دی کہ وہ ان کا یقین کرنے لگے اور اپنے مذہب ترک کرکے باوجود لوگوں کی نفرت اور قتل ہونے کے اس مذہب کو جس کی وہ تعلیم دیتے تھے قبول کرلیا۔ وہ دنیاوی آرام و عزت کا وعدہ نہیں دلاتے تھے کہ جس سے لوگوں کو ان کا یقین کرنے کی ترغیب ہو۔ بلکہ معاملہ برعکس تھا۔ ان کے نزدیک یہ کافی نہ تھا کہ ان کے خیالات کی برائے نام پیروی کی جائے۔ بلکہ وہ انکسار اور پاکیزہ زندگی چاہتے تھے جسے قدرتاً سب لوگ ناپسند کرتے ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ یہ نیا مذہب بھی کسی کو (مرنے سے) نہیں بچاسکتا۔ اگرچہ ان کو خود اس بات سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا اور دوسروں کو بھی یہی تعلیم دی کہ ان کو بھی کسی فائدہ کی امید نہیں رکھنی چاہئے تاہم انہوں نے یسوع کے دوبارہ زندہ ہونے کا ایسا موثر طریقے سے یقین دلایا کہ یہ مسئلہ جس کا ان پڑھ ماہی گیر غریب نجار کے بیٹے کی نسبت وعظ کیا کرتے تھے، سلطنت روما کے زاویہ خمول سے تمام سلطنت میں انکی موت کے بعد بھی پھیل گیا۔ اور اس نے ہر ایک مذہب کو اگرچہ زمانہ ہائے دراز سے اس کو مانتے چلے آتے تھے اکھاڑ پھینکا۔

یسوع مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کے ثبوت میں ہمارے پاس ان لوگوں کی شہادت موجود ہے جو اس مسئلہ کے واعظ نہیں ہوئے۔ ان سپاہیوں نے جو قبر پر پہرے کے لئے مقرر کئے گئے تھے اس واقعہ کو دیکھا اور (یہودی) عالموں سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے جسم کے غائب ہونے کی وجہ بتانے کے لئے جس کو سب تسلیم کرتے تھے ایک بیہودہ حکایت کا گھڑ لینا ضروری سمجھا۔ صرف عوام الناس کی شہادت جس کی ہر شخص خواہش

کرسکتا ہے ہمارے پاس موجود نہین ہے ۔ کہہ سکتے ہین کہ کیا وجہ ہے کہ یسوع نے عام طور پر سب لوگون کے سامنے اور خصوصاً ان لوگون کے سامنے جنہون نے اس کو مغلوب کیا تھا اپنے تئین ظاہر نہین کیا۔ اس کے مختلف وجوہات بیان کئے جاسکتے ہین جو اس مسئلہ کی ماہیت سے جس کی وہ تلقین کرتے تھے اخذ کئے گئے ہین ۔ ان وجوہات کا بیان کرنا اس وقت نا ممکن ہے لیکن یہ خیال رکہنا چاہئے کہ اس شہادت کا موجود نہ ہونا اس واقعہ کی سچائی پر کچھ اثر نہین ڈالتا۔ اگرچہ بہت سے آدمیون نے جو اس کو خوب اچھی طرح جانتے تھے اس کو دیکھا ، اس سے باتین کین اور اس کے ساتھہ کئی موقعون پر کھانا کھایا تو یہ سوال کرنا کہ کیا وجہ ہے اور لوگون نے اس کو نہین دیکھا در حقیقت ان کی شہادت کو متزلزل نہین کرسکتا ۔ جہان کہین وہ ظاہر ہوا تمام لوگون نے جو اس وقت وہان موجود تھے اس کو دیکھا ۔ چنانچہ ایک موقع پر پانسو آدمیون تک نے دیکھا ۔ پس ظاہر ہے کہ یہ ایک خیالی نہین بلکہ واقعی بات تھی ۔ ایک شخص مسمی تاس نے کہا کہ جب تک کہ مین اس کے ہاتھون مین میخون کے اور پہلو مین برچھے کے سوراخون کو اپنے ہاتھہ ڈالکر نہ دیکھہ لونگا اس وقت تک یقین نہ کرونگا کہ وہ ہمارا پرانا دوست ہی ہے ۔ مگر اس کی بھی تسلی ہوگئی۔ ہم نہایت سرگرمی کے ساتھہ التجا کرتے ہین کہ آپ ان واقعات پر غور کرین اور اگر شہادت مین کچھہ نقص ہو توہمین بتائین ورنہ اس بات کو تسلیم کرین کہ یسوع مسیح مردہ سے زندہ ہوا اور انجیل پر ایمان لائین ۔

یسوع مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے سے سب لوگون کو اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ خدا نے ایک دن ایسا مقرر کیا ہے جب کہ وہ راستبازی مین دنیا کا انصاف کرے گا، اس وقت تم اس کے سامنے کھڑے ہوگے اور بد خیالات، بد الفاظ اور بد اعمال کی جن کے تم مجرم ہوئے ہو جواب دہی کرنی پڑے گی۔ کیا تم ایسا کرنے کے لئے تیار ہو۔ کوئی متنفس نہین ہے جو کہ تیار ہو ۔ لیکن جو شخص یسوع مسیح کو اپنا نجات دہندہ مانے گا اس کے تمام گناہ بخش دئے جائینگے۔ کیونکہ اس اعتقاد کے ساتھہ ہی پاکی بھی عطا ہوجاتی ہے۔ پس وہ اس خوفناک دن کی جوابدہی کے لئے بھی تیار ہوجائے گا۔

چونکہ تم اپنی ابدی خوشی کی قدر کرتے ہو، اس لئے ہم تم کو تاکید کرتے ہین کہ اس بڑے مضمون کی آزمایش کرو اور خدا سے دعا کرو کہ وہ روح القدس کی تعلیم کے ذریعے سے تم کو ٹھیک ٹھیک طور پر اس کام کو کرنے کے قابل بنادے ۔ اس بات پر تخلیہ مین غور کرو اور اس کی آزمائش کرو اور دوسرے لوگون کے ساتھہ مل کر بھی جن

کے نام چٹھی لکھی گئی ہے سوچو ۔ اور اپنی توجہ صرف اس ایک امر پر مبذول رکھو کہ آیا وہ لوگ اعتبار کے قابل ہین یا نہین جنہون نے یہ کہا ہے کہ ہم نے یسوع مسیح کو مردہ سے زندہ ہونے کے بعد دیکھا۔ اگر ایسا کروگے تو تم کو تمام اصول شہادت سے اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ یسوع مسیح بے شک مر کر زندہ ہوا اور اس لئے انجیل سچی ہے اور یہی ایک خدا کی طرف سے الہامی کتاب ہے۔ پس دلیر بنو اور کھلم کھلا ایمان لاؤ کیونکہ یسوع نے خود کہا ہے " جو کوئی مجھسے اور میرے لفظون سے اس بدکاری اور گنہگاری کی زندگی مین روگردانی کرے گا اس سے ابن آدم بھی جب وہ پاک فرشتون کے ساتھہ اپنے باپ کے جلال مین آئیگا روگردانی کرے گا "۔ ہماری تمنا ہے کہ اس ملک مین گرجاؤن کو ہندوستانیون سے بھرا ہوا دیکھین۔ جہان نہ صرف غیر ملک کے لوگ بلکہ تمہارے ہم وطن بھی انجیل کی خوش‌خبری کی باقاعدہ طور سے منادی کرین۔ وہان عورتون اور مردون کو بھی اپنے گناہون سے توبہ کرنے اور اپنے خدا کی ملاقات کے لئے تیار ہونے کی تاکید کی جائے گی۔ وہان بچون کو اخلاق اور سچائی کی تعلیم دی جائے گی۔ اور اس دنیا مین اپنے چال چلن کی درستی کرنے اور دوسری دنیا کے لائق بنانے کیواسطے پاکی اور نجات کے سبق پڑھائے جائین گے اور وہان یہ بھی بتایا جائے گا کہ موت اب ایسا دشمن نہین رہا جس سے آئندہ ڈرنا چاہئے کیونکہ ہمارے نجات دہندے یسوع مسیح نے اس کا ڈنک نکال دیا ہے اور اس کو نیست و نابود کرکے انجیل کے ذریعے سے زندگی اور حیات ابدی کو روشن کردیا ہے۔ خدا ہی نے ہم کو یقین دلایا ہے کہ اب بھی یہی حال رہے گا۔ ہم اس وقت کے آنے کی خواہش کرتے ہین جبکہ لوگ بخوبی اس کو سمجھ جائین گے۔ کیون نہ اسی نسل مین یہ بات ہو؟ کیا یہ احمقانہ، ذلیل اور خراب بت پرستی کے مقابلے مین جس سے یہ زمین آلودہ ہورہی ہے بے حد ترقی نہین ہوگی۔ ہم تم کو عقلمند سمجھہ کر کہتے ہین۔ جو کچھہ ہم کہتے ہین اس کو جانچ لو ۔

نقل اشتہار گورنمنٹ بنگال جسکا ذکر اس رسالہ میں ہوا ہے

درین نزدیکی بسمع مبارک نواب معلے القاب لفٹنٹ گورنر بہادر بنگال چنان رسیدہ کہ بعضے اشخاص از راہ تعصب و نادانی محض برائے حیرانی و پریشانی جمہور خلائق چند سخنان بے اصل و نالائق متعلق بمذہب و ملت و رسم و طریقت ہنود و مسلمانان چنان مشہور و اعلان کردہ اند کہ باستماع خطرات پر خطر در دل مردمان جا کردہ جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر را بسیار حیرت و حسرت است کہ سکنئہ این ملک، حقیقت حال را دریافت نکردہ صرف بافساد مفسدان چرا خود را زیربار تشویش میکنند۔ لا جرم بذریعہ اشتہار عام حقیقت نفس الامری اختراعات کہ بگوش حقیقت نیوش نواب محتشم الیہ درآمدہ مشتہر کردہ میشود تا کافئہ انام بر حقیقت حال وا رسند و بیقین معلوم نمایند کہ سرکار بہادر را نوعے در ملت و مذہب طریق و رسم و راہ رعایا مداخلت و مزاحمت نیست و آیندہ را نیز نخواہد بود بلکہ حفاظت جان و مال و عزت و حرمت ایشان پیش نہادست و مساعی جمیلہ درین باب بکار مے آید و آمدنی ست —

اول اینکہ بعضے پادریان کلکتہ بطریق طریقہ و وظیفہ معمولی خود افراد سوال دربارہ مذہب و ملت بطریق مناظرہ و مباحثہ چاپ کردہ ملفوف بلفافہا عموماً پیش ہندوستانیان فرستادہ و انہا از غلط فہمی خود انگاشتند کہ انچنان مضامین باشارہ بادشاہ سرکار ابد پایدار بظہور رسیدہ حالانکہ سرکار بہادر را ازان ہیچگو نہ اطلاعے و آگاہی نیست و نیز ہرگز و ہر آئینہ شان سرکار عالی اقتدار چنان نبودہ کہ ترغیب و تحریص کسے از رعایا بسوے ملت و دین خود فرماید چہ ظاہرست کہ رعایا این ملک ہر قسم مردم اند و ملت و مذہب و کیش و آئین جدا گانہ میدارند و رقبہ ایشان تحت ربقہ اقتدار سرکار والا اقتدارست و نظر لطف و کرم بر حال انہا مساوی و یکسانست۔ باوجود امتداد مدت سلطنت سرکار ابد پایدار ہیچ وقتے مزاحمت و تعرض کیش و ملت کدامی اہل اسلام و دیگر مذہب بعمل نیامدہ۔ پادری صاحبان این قسم امور از طرف خود اجرا میکنند و این ہمہ گویا لوازمہ عادات معمولی شان ست چنانکہ مسلمانان و ہنودان درمساجد و معابد وعظ و نصائح میکنند و اظہار و ابراز

امورات شرعی و ترغیب بطاعت و اجتناب از نواہی میسازند و اگر تامل کردہ شود صاف واضح شود کہ این معنی سخنے نو و امرے جدید نیست بلکہ طریق مناظرہ و مباحثہ درمیان علمائے مختلف المذاہب ہموارہ جاری ست و از ہمچو امورات سرکار بہادر راہیچ علاقہ نیست —

دوم — اینکہ دربعض اخبار اخبار کردہ و در عوام نیز شہرت یافتہ است کہ بالفعل از طرف سرکار آن چنان قوانین جاری شدنی ست کہ ازان رسم تعزیہ داری و مراسم ختنہ و پردہ نشینی زنان شرفا وغیرہ احکامات شرع و شاستر بر افتد و یکسر موقوف گردد حالانکہ این ہم غلط است و افترائے محض۔ سرکار بہادر را در راہ و رسم و کیش و مذہب کدامی کس دست اندازی منظور نیست بلکہ این معنی برخلاف طریقہ رعیت پروری کہ سجیہ مرضیہ سرکار بہادرست بودہ است —

سوم — اینکہ صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل خانہ بعضے اضلاع بلا اطلاع و واقفیت سرکار والا اقتدار حکم ستیدہ گرفتن ظروف اکل و شرب از قیدیان بخیال و تصور تفرقہ و امتیاز در مصائب قید و راحت خانہ صادر کردہ بود لیکن سرکار بہادر را معلوم گردید کہ این امر نقصانے است در مذہب آنان و از لاعلمی مہتمم جیل خانہ آنچنان حکم صادر گردیدہ علی الفور بسبیل ڈاک برق حکم محکم موقوفی آن صادر گشت —

چہارم — اینکہ بسمع معدلت مجتمع درآمد کہ سکنئہ این مملکت بنائے اسکول و اسباب علوم و تحصیل فنون و ترویج زبان انگریزی را اسباب تبدیل ملت و تخریب بنائے دین و مذہب مے پندارند و از ینجاست کہ بسے از مردمان در تحصیل علم و تکمیل فنون تعلل و تہاون میکنند و بعض اشخاص بفرستادن اطفال در اسکول مضایقہ میدارند ظاہرا منشائے آن جز نافہمی و بے دانشی نیست والا اصل این است کہ ہرگاہ بحضور سرکار والا اقتدار متحقق گردید کہ رعایائے این مملکت بسبب بے علمی و بے ہنری از طریقہ کسب معاش چنان بےخبراند کہ از اوقات گزاری خودہا با راحت و آسائش معذور اند لاجرم بحکم والائے جناب ملکہ انگلستان کہ از راہ تفضلات خسروانہ صدوریافت برائے تعلیم و تربیت آنہا باہتمام تمام و صرف مالا کلام در ہر یک اضلاع و امصار مدارس اسکول و کالج بنا گردید و در ہر ضلع صاحبان بعہدہ انسپکٹر و بہ نیابت شان متعدد ہندوستانی برائے طریقہ تربیت معین گشتند و برائے درس و تدریس و تعلیم کسب و علوم و فنون زبان انگریزی وغیرہ آن تاکید مزید شد تا باشندگان این ملک عموماً از جہل و بے دانشی وارستہ بتحصیل علم و دانش بخوبی تحصیل معاش نمایند و از تنگنائے تنگی و عسرت برآمدہ با مسرت و عشرت صرف اوقات خود ہا نمایند —

مخفی نیست کہ باشندگان ملک یورپ (یعنی ولایت انگلیشیہ) باعث تحصیل علوم ہر گونہ امورات را از رسائی عقل رسائے خود بخوبیہائے تمام انجام میدهند بخلاف اعالی این دیار کہ باعث بیعلمی و بیدانشی بےسلیقہ محض اند۔ اگر علم و ہنر و فہم و دانش درایشان شائع گرد و ہر یکے لوازمہ آسایش و آرام راجامع شود و تشریف شاہی را کماہی نہ دریافتن و نیکی را بجائے خود حمل نہ کردن چہ قدر افسوس و حسرت ست کہ بشرح نمی آید۔ جناب لفٹنٹ گورنر بہادر چنان قیاس میفر مایند کہ بنائے این ہمہ خیالات فاسدہ براہ غلط فہمی ست نہ از روے تعصب و بد باطنی۔ باید دانست کہ غرض سرکار بہ تربیت و تعلیم انگریزی آن نیست کہ حرفے بردین و آئین شان در آید بلکہ ہر کس مجازست کہ ہر علم و ہنر کہ مرغوب و مطبوع باشد و باعث فائدہ داند بتحصیل آن پردازد مگر این ہم دانستنی ست کہ بالفعل بزبان انگریزی کتب و رسائل ہر فن موجود ست و ہمیشہ تجربہائے متعدد و اختراعات نو بنو بروے کار می آیند کہ بزبان دیگر حاصل نیست و زبان انگریزی زبان والی ملک و صاحب سلطنت ست و در عدالتہا باعث افہام و تفہیم عوام زبان مروجہ این ملک جاری ست و درین صورت تحصیل و تکمیل زبان انگریزی و اردو و بنگلہ از برائے حصول معاش و ترقیات حرمت و عزت و اقبال بلا شک ست و از واجبات ست —

مخفی مباد کہ از آوانے کہ نواب معلے القاب لفٹنٹ گورنر بہادر احوال این دیار رابچشم خود دیدہ و از اکثر اشخاص شنیدہ ہمت والانہمت محتشم الیہ بفکر و درستی اوضاع باشندگان این ملک و بہ ایجاد طریق تعلیم و تربیت و آرام آسائش در حفظ عزت و حرمت ہر یک عموماً مصروف ست و از غایت مہربانی و دلسوزی اصلاح حال شرفاو نجبا و زمینداران و رعایا خصوصاً مدنظر ست—

لہذا اشتہار دادہ مے آید کہ ہمگنان سکنہ این ملک برنیک نیتی و بلند ہمتی سرکار والا اقتدار واقف و مطلع بودہ شکر خدا بجا آرند و باطمینان تمام اوقات خود ہا بسر کردہ بدعائے دوام دولت ابد مدت سرکار دولت مدار معروف باشند —

تمـــت بالخـــیـــر

ذخیرہ کتب:۔ محمد احمد ترازی